احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اپریل ۱۹۹۴ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماھنامہ

انصار اللہ ربوہ

شہادت ۱۳۷۳ ہش

اپریل ۱۹۹۴ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارے میں

جلد نمبر ۳۵ شمارہ نمبر ۴

شرح چندہ

پاکستان ــــــــ چالیس ۴۰ روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ــــــــ چار ۴ روپے

اداریہ

باہمی محبّت و اخوّت

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کا منشا و منتہیٰ محبّت ہے۔ اعلیٰ اخلاق و کردار کے چشمے اسی سے پھوٹتے ہیں۔ دینِ حق کی تعلیمات و عبادات کی حکمت و فلاسفی بھی محبت ہی ہے۔ اسی سے انسان ذکرِ الٰہی کی راہوں پر قدم مارتا ہے جو بالآخر اسے عرفانِ الٰہی کی بلندیوں تک پہنچاتا ہے۔ اور یہی تعلقِ محبّت ہی ہے جو انسان کی شناخت اور پہچان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کو مامور فرماتا ہے تو ان کا مشن بھی خالق اور مخلوق کے درمیان اس تعلق کو استوار کرنا ہوتا ہے تا انسان تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں امن و سکینت اور صلح و آشتی قائم کرنے کا موجب بنے اور یہ حقیقت ہے کہ مدنیّت کا تصوّر محبّت و رأفت۔ حلم، شفقت اور ہمدردی کے بغیر کیا ہی نہیں جا سکتا۔

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات کا یہی لبّ لباب ہے۔ آپؐ نے انسان کو اس کے مقام سے روشناس کرایا۔ کہ وہ سب کے سب آدم سے ہیں۔ جس کا خمیر مٹی سے اٹھا۔ اور جس کی فطرت ترابی ہے۔ عجز و انکسار اس کی سرشت میں ودیعت کی گئی ہے۔ یہ وہ سبق ہے جس سے محبت و منفعت کا جذبہ نشوونما پاتا ہے اور انسانی مدنی زندگی، امن و سکینت کا روپ دھارتی ہے اور اس سے اگلا قدم جب دینی اخوت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے تو وہ انسانوں کو ملتِ واحدہ میں ڈھال کر ایک جسم بنا دیتا ہے۔ کہ اگر جسم کے ایک حصّہ کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے قرار اور بے چین ہو جاتا ہے۔ اس طرح رشتۂ اخوّت کو وہ مقام ملتا ہے جس کی نظیر دنیوی رشتوں میں نہیں ملتی۔ یہاں تک کہ وہ ماں، باپ اور بھائی سے بڑھ کر پیار اور محبت کی نعمت پاتا ہے۔ اسی سے اتحاد و یگانگت اور حقیقی اخوّت جنم لیتے ہیں۔

امور دینیہ میں سب سے ارفع و اعلیٰ توحید کی تعلیم ہے۔ جو مذہب کی بنیاد ہے۔ اس بارہ میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ کہ تمہارا "رب" بھی ایک ہے اور "باپ" بھی ایک ہے یعنی تم آدم سے ہو اس میں وحدتِ انسانیت کا سبق دیا گیا ہے۔ جو باہمی اخوت پیدا کرنے کا موجب ہے۔ شعوب و قبائل۔ نسل اور ذات پات کا ذکر تو صرف تعارف کے لئے ہے اور موجبِ فضیلت و

عزت صرف تقویٰ اور نیکی سے ہے۔

باہمی محبت اور اخوت کی راہ میں کئی راہزن اور قزاق ہیں۔ یہ راہزن تکبر' نخوت اور ریاء، نسلی اور لسانی امتیازات، حسد بغض اور کینہ کی بدروئیں ہیں جو اپنی عفونت اور سڑاند سے پُرامن معاشرہ کو تلپٹ کر دیتے ہیں۔ موجودہ دور میں جماعت احمدیہ کا قیام دین کی ان اعلیٰ اور عظیم اخلاقی اور رُوحانی قدروں کے احیاء کیلئے ہے۔ سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنے متبعین کو ایک حسین معاشرہ کی تشکیل کیلئے جو تعلیم دیتے ہیں۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

"تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر خدا تم سے راضی ہو تو باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔"　(کشتیٔ نوح صـ۲۶)

"مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم شر سے پرہیز کرو اور نوع انسان کے ساتھ حق ہمدردی بجا لاؤ۔ اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو ایسے مت ہو...... خدا کیلئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو...... ہمدردِ نوع انسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کیلئے اترتے ہیں۔"　(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صـ۱۴)

فرمایا "مَیں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں، یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظرِ استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جائے۔"　(ملفوظات جلد ۱ صـ۲۳)

"قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعت باری عزّ اسمہ، دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور بنی نوع کی۔"　(روحانی خزائن جلد ۳ ازالہ اوہام صـ۵۵۰)

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ...... کی یہ وہ پاکیزہ تعلیم ہے جو ایک حسین معاشرہ کے قیام کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پاکیزہ تعلیم کی ترویج و اشاعت سے ان مقاصد عالیہ کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ جس کے لئے احمدیت کا قیام عمل میں آیا۔

امام الکلام

میرے پاس خُدا کی ایک گواہی ہے

"دارقطنی کی حدیث..... نے ایک تو قطعی طور پر مہدی معہود کیلئے چودھویں صدی کا زمانہ مقرر کر دیا ہے اور دوسرے اس مہدی کی تائید میں اس نے ایسا آسمانی نشان پیش کیا ہے جس کے تیرہ سَو برس سے..... منتظر تھے۔ سچ کہو کہ آپ لوگوں کی طبیعتیں چاہتی تھیں کہ میرے مہدویت کے دعویٰ کے وقت میں آسمان پر رمضان کے مہینہ میں خسوف وکسوف ہو جائے۔ ان تیرہ سَو برسوں میں بہتیرے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر کسی کے لئے یہ آسمانی نشان ظاہر نہ ہوا۔ بادشاہوں کو بھی جن کو مہدی بننے کا شوق تھا یہ طاقت نہ ہوئی کہ کسی حیلہ سے اپنے لئے رمضان کے مہینہ میں خسوف کسوف کر لیتے بیشک وہ لوگ کروڑہا روپیہ دینے کو تیار تھے۔ اگر کسی کی طاقت میں بجُز خدا تعالیٰ کے ہوتا کہ انکے دعوے کے ایّام میں رمضان میں خسوف کسوف کر دیتا۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کے لئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا ہے اور اُس وقت ظاہر کیا ہے جبکہ مولویوں نے میرا نام دجّال اور کذّاب اور کافر بلکہ اکفر رکھا تھا۔ یہ وہی نشان ہے جس کی نسبت آج سے بیس برس پہلے براہینِ احمدیہ میں بطور پیشگوئی وعدہ دیا گیا تھا اور وہ یہ ہے "قُلْ عِنْدِیْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُؤْمِنُوْنَ۔ قُلْ عِنْدِیْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ"۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے کیا تم اس کو مانو گے یا نہیں۔ پھر ان کو کہہ دے کہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے کیا تم اس کو قبول کرو گے یا نہیں......

غرض میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ نشان میری تصدیق کیلئے ہے نہ کسی ایسے شخص کی تصدیق کے لئے جس کی ابھی تکذیب نہیں ہوئی اور جس پر یہ شورِ تکفیر اور تکذیب اور تفسیق نہیں پڑا۔ اور ایسا ہی میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ اس نشان سے صدی کی تعیین ہو گئی ہے۔ کیونکہ جبکہ یہ نشان چودھویں صدی میں ایک شخص کی تصدیق کے لئے ظہور میں آیا۔ تو متعیّن ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کے ظہور کے لئے چودھویں صدی ہی قرار دی تھی۔ کیونکہ جس صدی کے سر پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی وہی صدی مہدی کے ظہور کے لئے ماننی پڑی تا دعویٰ اور دلیل میں تفریق اور بُعد پیدا نہ ہو۔"

(تحفہ گولڑویہ (روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳)

کلام الامام

”میں قریب ہوں“

حضرت مصلح موعود ...... فرماتے ہیں

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح عاشق ہر جگہ دوڑا پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا معشوق کہاں ہے۔ اسی طرح جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو تو انہیں کہہ دے کہ گھبراؤ نہیں میں تمہارے قریب ہی ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے عشاق کے دل کو توڑنا نہیں چاہتا۔ پھر فرماتا ہے میرے قریب ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ جب کوئی شخص کامل تڑپ اور سوز و گداز کے ساتھ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہوں اور یہ ثبوت ہوتا ہے اس بات کا کہ میں قریب ہوں اگر میں بعید ہوتا تو میں اسکی سجدے کی آہستہ آواز کو بھی کیسے سن سکتا اور اگر میں بعید ہوتا تو اس کی گوشۂ تنہائی میں بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھا کر یا قیام کی صورت میں آہستہ آواز والی دعا کیسے سن لیتا۔ میرا اس دعا کو سن لینا بتاتا ہے کہ میں اس کے قریب ہوں۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ یعنی پاس ہونا تو الگ رہا جو انسان کی رگِ جان ہے ہم اس سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ اسکے معنے یہ ہوئے کہ وہ پاس ہی نہیں بلکہ انسان کے اندر بیٹھا ہوا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ پاس بیٹھنے والا صرف وہ آواز سنتا ہے جو منہ سے کہی جائے اور جو اندر بیٹھا ہو وہ وہ آواز سنتا ہے جو دل سے کہی جائے۔ گویا خدا تعالیٰ نے لفظ قریب کی دوسری جگہ تشریح کر دی کہ قریب کا مفہوم یہ ہے کہ حبل الورید یعنی رگِ جان سے بھی میں زیادہ قریب ہوں اور میں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں۔ خواہ وہ زبان سے کہی گئی ہو یا دل میں کوئی خواہش پیدا ہوئی ہو کیونکہ میرا اس سے تعلق ایسا قریب ہے کہ میں اس کے دل میں بیٹھا ہوا ہوں ....

پھر اس آیت کی عبارت ایسی ہے کہ اس سے اضطراب اور گھبراہٹ کی طرف خاص طور پر اشارہ پایا جاتا ہے بعض مضامین الفاظ سے ظاہر نہیں ہوتے لیکن وہ عبارت میں پنہاں ہوتے ہیں اور یہی حالت یہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے بندے میری طرف دوڑتے ہیں ان کے اندر ایک اضطراب اور عشق پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ چلاتے ہیں کہ ہمارا خدا کہاں ہے؟ تو تو اُن سے کہہ دے کہ میں تمہاری طرح کے پکارنے والے کی پکار کو کبھی رد نہیں کرتا بلکہ اسے ضرور سنتا اور قبول کرتا ہوں۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۳۹۹)

عربی منظوم کلام

ظَهَرَ الْخُسُوفُ وَفِيهِ نُورٌ وَّ الْهُدٰى خَيْرٌ لَّنَا وَلِخَيْرِنَا أَمْرٌ بَدَا

خسوف ظاہر ہو گیا اور اس میں نور اور ہدایت ہے۔ یہ ہمارے لئے بہتر ہے اور ہماری بھلائی کیلئے ایک امر ظاہر ہوا ہے

هَبَّتْ رِيَاحُ النَّصْرِ مِنْ مَّحْبُوبِنَا مَشْمُولَةً قَدْ بَرَّدَتْ حَرَّ الْعِدَا

نصرت کی ہوائیں ہمارے دوست کی طرف سے چلیں۔ یہ شمالی ہوائیں ہیں جنہوں نے دشمنوں کی گرمی کو ٹھنڈا کر دیا

فِي لَيْلَةٍ قُدَّتْ ثِيَابُ غَمَامِهَا بَرْقُ الرَّوَاعِدِ كَانَ فِيهَا مُرْجِدَا

اس رات میں خسوف ہوا جس کے بادل کے کپڑے پھاڑے گئے اور بادلوں کی چمک جو ان میں تھی وہ دلوں کو ہلا رہی تھی

قَمَرٌ مُّعِينُ الصَّادِقِينَ مُبَارَكٌ حَكَمٌ مُّهِينُ الْكَاذِبِينَ تَهَدُّدَا

ایک ایسا چاند ہے جو سچوں کی مدد کرتا ہے مبارک ہے ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں ثالث ہے جو جھوٹوں کو دھمکی دے کر رسوا کر رہا ہے

رَدِفَ الْكُسُوفُ خُسُوفَهُ مِنْ رَّبِّنَا لِيُهِينَ فَتَّانًا شَرِيرًا مُّفْسِدَا

خسوف کے بعد ایک ہی مہینہ میں کسوف آیا تا کہ خدا تعالیٰ مفسد، شریر اور فتنہ گر کو رسوا کرے

شَمْسُ الضُّحٰى بَرَزَتْ بِرُعْبٍ مُّبَارِزٍ أَفَتِلْكَ أَمْ سَيْفٌ مُّبِيدٌ جُرِّدَا

سورج ایک رعبناک شکل میں سپاہیوں کی طرح ظاہر ہوا۔ کیا یہ سورج ہے یا ایک مہلک تلوار ہے جو کھینچی گئی

سَقَطَتْ عَلٰى رَأْسِ الْمُخَالِفِ صَخْرَةٌ كَالسَّمْهَرِيَّةِ شَجَّهُ أَوْ كَالْمُدٰى

مخالف کے سر پر ایک پتھر پڑا جس نے نیزے کی طرح یا کاردوں کی طرح اس کے سر کو توڑ دیا

(نور الحق جلد ثانی۔ القصائد الاحمدیہ صـ١٧٨)

فارسی منظوم کلام

از مکافاتِ عمل غافل مشو

(تو عمل کے بدلہ سے غافل نہ ہو)

یک نظر بیں سوئے ایں دنیائے دوں چوں بگردی از پئے آں سرنگوں

ذرا اس ذلیل دنیا پر نظر ڈال کہ کس طرح تو اس کے پیچھے سرنگوں پھر رہا ہے

آنچہ داری از متاع و منزلت بے مشقت ہا نگشتہ حاصلت

جو کچھ بھی سامان اور عزت تیرے پاس ہے وہ تجھے بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوئی

بایدت تا مدتے جہدِ دراز تا خوری از کشتِ خود نانے فراز

ایک لمبے عرصہ کی کوشش درکار ہے تاکہ تو اپنی کھیتی سے روٹی کھائے

چوں ہمیں قانونِ قدرت اوفتاد پس ہمیں یاد آر در کشتِ معاد

جب قانونِ قدرت ایسا ہی واقع ہوا ہے تو آخرت کی کھیتی کے لئے بھی یہی بات یاد رکھ

خوب گفت آں قادرِ ربّ الوریٰ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

رب العالمین قادر خدا نے کیا خوب فرمایا ہے کہ انسان کو اپنی کوشش کے پھل کے سوا اور کچھ نہیں ملتا

ہم دریں معنیت گر تو بشنوی ! یادگارِ مولوی در مثنوی

اگر تو سنے تو اسی مطلب کا مضمون وہ بھی ہے جو مثنوی مولوی معنوی کی یادگار ہے

گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافاتِ عمل غافل مشو

کہ گیہوں سے گیہوں پیدا ہوتا ہے اور جو سے جو۔ پس عمل کے بدلہ سے غافل نہ ہو

(روحانی خزائن جلد ۸ صہ ضیاء الحق ص۱)

مسئلہ وراثت

دادا کا ترکہ اور یتیم پوتا

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

ہر مذہب وملت میں مسئلہ وراثت کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن کریم نے بڑی حکمت اور نہایت شرح وبسط کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے۔ اور جس طور پر ترکہ کے شرعی حصص پیش کئے گئے ہیں وہ دیگر مذاہب کے قانون وراثت کے مقابلہ میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا (غیر مطبوعہ) فاضلانہ مضمون ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

وراثت کا مسئلہ دین کے اہم مسائل میں سے ہے اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رُو سے اس کی اہمیت بالکل واضح ہے جس سے کسی کو قطعاً انکار نہیں ہو سکتا۔ "لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ...... نَصِيبًا مَّفْرُوضًا" (نساء آیت۸) اور مَردوں کا (بھی) اور عورتوں کا بھی اس (مال) میں سے جو اُن کے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں ایک حصّہ ہے۔ خواہ اس (ترکہ) میں سے تھوڑا بچا ہو یا بہت (یہ) ایک معیّن حصہ ہے۔ جو (خدا تعالیٰ کی طرف سے) مقرر کیا گیا ہے۔

اس آیت کی رُو سے جیسے مَردوں کو والدین اور اقربین کے ترکہ کیلئے وارث اور ترکہ سے حصہ وراثت کا مستحق قرار دیا گیا ہے ویسے ہی عورتوں کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ اس آیت میں شریعت اسلامیہ کی رُو سے عمومیت کا پہلو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جو عالمگیر شریعت کے لئے اقوام عالم کے مخصوص القوم رسم ورواج کے افراط وتفریط کے پہلو کی اصلاح کے لحاظ سے نہایت ضروری تھا۔ افراط وتفریط کے رسم ورواج کا نمونہ یورپ میں پایا جاتا ہے کہ وارث بڑے لڑکے کو قرار دیا جاتا ہے۔ اور مالا بار میں صرف لڑکی وارث ٹھہرائی جاتی ہے۔ اسلامی شریعت نے رجال اور نساء کے لفظ سے مردوں اور عورتوں دونوں ہی کو وارث قرار دیا ہے۔ اور جمع کے صیغہ سے بجائے ایک کے سب لڑکوں اور لڑکیوں کو جو میّت کی اولاد ہوں وارث ٹھہرایا ہے۔ مذکورہ بالا آیت کے معاً بعد کے رکوع میں جو یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں

میّت کے ترکہ سے حصّہ پانے والوں کا اور اس کے حصص معینہ کی نوعیت کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ ان ورثاء کے حصص پر غور کرنے سے میّت کے ترکہ کے ہر وارث کو اقربیّت کی نسبت سے تعیّن میں لایا گیا ہے۔ اقربیّت کے مفہوم میں قربت کے درجۂ اول پر قربت بلا فصل کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ یوصیکم اللہ والے رکوع میں بیان کردہ میّت کے ورثاء اقربین کی اقربیّت ہے، اور یہ امر بالکل واضح معلوم ہوتا ہے۔ کہ میّت کی وارث اولاد اس صورت میں بیٹے اور بیٹیاں ہی قرار دی گئی ہیں۔ اور علاوہ اولاد کے جو نیچے کے طبقۂ قرابت سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ اس کے بعد اوپر کے طبقۂ قرابت سے ماں اور باپ کو وارث قرار دیا گیا ہے۔ اور ازدواجی تعلق کے لحاظ سے زوج میّت کے لئے زوجہ اور زوجہ میّت کے لئے زوج یعنی شوہر وارث قرار دیا گیا ہے۔ اور علاوہ اس کے بصورت میّت کلالہ اخ واخت کو وارث ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ صورتیں جو اصحاب الفرائض یا ذوی الفروض کے طور پر اللہ تعالیٰ نے یوصیکم اللہ کے رکوع میں وصیّت اور تاکیدی حکم کے ساتھ پیش کی ہیں۔ یہ بلحاظ حصص معیّنہ اقربین کے اسم تفضیلی کے معنوں میں اوّل نمبر پر پائی جاتی ہیں۔

اور اگر میّت بیٹا ہو اور صاحبِ ترکہ ہو تو اس کے باپ کی موجودگی میں میّت کا دادا وارث نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح میّت کا بیٹا یا بیٹے موجود ہوں تو بیٹے یا بیٹوں کی موجودگی میں پوتے وارث نہیں ہو سکتے۔ خواہ پوتا یتیم ہو یا یتیم نہ ہو۔ اور صحیح بخاری کی حدیث کہ "لا یرث ولد الابن مع الابن" سے بھی اسی امر کی تائید پائی جاتی ہے۔ اور زیدؓ بن ثابت کی یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ صحابیؓ کا یہ قول اسوۂ حسنہ رسولؐ کی بناء پر امام بخاریؒ نے سلسلہ حدیث میں نقل فرما کر بتایا ہے کہ گویا یہ حدیث آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ کے تعامل سے تعلق رکھنے والی ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً اس صورت میں کہ مسند امام حنبلؒ کی حدیث کے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ بن ثابت کو "اعلمہا بالفرائض زید بن ثابت کی شان عطا فرمائی کہ میری امت میں سب سے زیادہ علم فرائض جاننے والا زیدؓ بن ثابت ہے۔ جس کا فتویٰ اور اس کے فتوے پر عملدرآمد سب صحابہؓ میں جاری ہونا ضروری ہے۔

دادا کے ترکہ اور یتیم پوتے کا مسئلہ بھی منفی اور مثبت دو پہلوؤں کے متعلق دو مخالف قسم کے دلائل پیش کر کے یتیم پوتے کی دادے کے ترکہ سے محرومی بھی ثابت کر دی پھر محرومی کے دلائل کے مقابل اثباتِ وراثت کے وجوہ بھی پیش کر دیئے۔ پھر یہ بھی تحریر کر دیا کہ یہ اختلافی صورت صرف اجماع اور اجتہاد اور قیاس کی بناء پر پیش کی گئی ہے اور باوجود اس اختلاف کے قرآن کریم میں کوئی ایسی واضح نص یا کوئی واضح حدیث جو قرآن کریم کی واضح نصّ سے موافقت رکھتی ہو ۔ نہ قرآن میں موجود ہے نہ ہی حدیث میں۔ حالانکہ قرآن کریم صریح الفاظ میں اصولی اور فروعی تناسبات کی تفصیلات کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ بھی فرماتا چلا آتا ہے کہ وہ تبیاناً

لِکُلِّ شَیْءٍ کی شان رکھنے والی کتاب ہے اور آنے والے نئے زمانوں اور نسلوں کی نئی ضرورتوں کے پیش آنے پر مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ کی آواز بھی بلند کرتا رہتا ہے۔ اور دادے کے ترکہ اور یتیم پوتے کا مسئلہ تو قرآنی نصوص کی بناء پر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور اقدسؐ کے صحابہ کرامؓ کے ذریعے فیصلہ طے پا چکا ہے۔

جماعت احمدیہ کے دارالافتاء سے تعلق رکھنے والے مفتیان سلسلہ کیلئے بھی اچھا موقع نکل آیا ہے کہ وہ سیدنا حضرت مسیح موعود .... کی تعلیم پیش کردہ کی رو سے قرآن کریم کو جو خالق اکبر کا کلام ہے اسے مخلوق کے کلام پر مقدم رکھتے ہوئے تدبّر اور تفکّر اور غور فکر سے اس مسئلہ وراثت کے متعلق جو دادا کے ترکہ اور یتیم پوتا کے حق وراثت یا محرومی سے لگاؤ رکھتا ہے موجودہ زمانہ میں تجدیدی صورت کی بحث میں اپنی اپنی آراء کو پیش کر دیں۔

دادے کے ترکہ اور یتیم پوتے کے متعلق میری رائے

ا۔ یہ امر تو مسلّم ہی ہے کہ خالق کا کلام اور اس کی ہدایت پیش کردہ کے احکام حدیث ہو یا اجماع ہو یا قیاس ہو ان سے قرآن کریم جو خدا تعالیٰ کی شریعت اور تعلیم ہدائت کے لحاظ سے ہر چیز سے مقدم ہے اور اس کے خلاف جو بھی ہو خواہ حدیث یا فقہاء کا اجماع اور قیاس ایک متقی مومن کے لئے ایماناً و عملاً قرآن کریم کا حکم اور ہدایت ہی مقدم رکھنا ضروری ہے۔

ب۔ اور صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر آج تک کے علماء کا اس پر اتفاق اور عمل درآمد میں متفق پایا جانا کہ شریعت کی رُو سے دادے کے ترکہ سے یتیم پوتا کے لئے حصۂ وراثت نہیں پایا جاتا۔

صحابہؓ کے زمانہ سے لے کر آج تک ایک فقیہہ اور محدّث بھی ایسا نہیں ملتا جو اس مسئلہ میں اختلاف کرتا ہو اور پوتے کو دادے کی جائیداد سے حصہ دلوانے کا حامی ہو۔ امّت کا یہ اتفاق اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کو بہت زیادہ تقویت دے رہا ہے۔''

میرے نزدیک یہ دلیل ایسی ہے کہ قرآن و حدیث سے بھی اس دلیل کی حقیّت کی تائید ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا اسوہ حسنہ قرآن کریم کی پیش کردہ شریعت اور تعلیم ہدائت کے مطابق یہی تسلیم ہو سکتا ہے کہ صحابہؓ کے زمانے سے لے کر آج تک کے اہل اسلام اور فقہاء کا اس پر متفق پایا جانا کہ دادے کے ترکہ سے قرآن اور حدیث اور تعاملِ صحابہؓ کے رُو سے یتیم پوتے کی محرومی کا فتویٰ ہی صحیح اور درست ہے۔ اور یہی فتویٰ شریعت کی رو سے تا قیامت قائم رہنے والا ہے۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ۔

اور حدیث ذیل کے الفاظ سے بھی اس اجماع کی تائید ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ لَنْ یَجْمَعَ اللّٰہُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسا کبھی بھی نہ کرے گا کہ میری سب کی سب اُمت متفقہ طور پر گمراہی پر اجماعی صورت اختیار کرلے۔ یعنی جس اَمر پر امت ساری کی ساری اجماعی صورت اختیار کرے گی وہ گمراہی سے تعلق رکھنے والی بات نہیں ہوگی۔ بلکہ ہدایت سے تعلق رکھنے والی ہوگی۔ اس حدیث سے بھی کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امتِ مسلمہ کا صحابہؓ کے زمانہ سے لے کر آج تک اس کے سب علماء و فقہاء کا بغیر استثنائے احدے اس بات پر متفق پایا جانا اور اجماعی صورت اختیار کرلینا یہ ضلالت کے متعلق نہیں تسلیم ہوسکتا۔ بلکہ امر ہدایت کے متعلق ہی تسلیم ہوسکتا ہے۔

اور آیت لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْہُ اَوْ کَثُرَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ۝

(سورہ النساء آیت ۸)

اور مردوں کا (بھی) اور عورتوں کا بھی اس (مال) میں سے جو ان کے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں ایک حصہ ہے۔ خواہ اس (ترکہ) میں سے تھوڑا بچا ہو یا بہت (یہ) ایک معیّن حصہ ہے جو (خدا تعالیٰ کی طرف سے) مقرر کیا گیا ہے۔

اس آیت سے دو اصول پیش کرنا جن میں سے ایک اصل والدین سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا اصل اقربون سے۔ پہلے اصل میں مرنے والے اور زندہ کے درمیان بیٹے اور باپ یا بیٹے اور ماں کا رشتہ ہونا ضروری ہے جیسا کہ الفاظ سے بالصراحت یہی ظاہر ہورہا ہے۔ گویا یہ رشتہ جس وراثت میں بھی موجود ہوگا اس کی بناء پر حصہ پانے والے وارث کسی دوسرے وارث کی وجہ سے ترکۂ میراث سے کبھی بھی محروم نہیں ہوسکتے۔

دوسری اصل یہ ہے کہ زندہ اور مرنے والے صاحب ترکہ کے درمیان باپ اور بیٹے یا ماں اور بیٹے کا رشتہ نہ ہو بلکہ لفظ اقربون کی رُو سے قریبی رشتہ کا تعلق ہو اور اقربون کے لفظ سے اسم تفضیل ہے اس کی رو سے جو رشتہ دوسرے رشتہ سے زیادہ قریب ہوگا وہ دُور کے رشتہ کو محروم کردے گا۔ جیسا کہ اسی اصل کی رو سے دادا کے ترکہ سے یتیم پوتا اپنے چچا کی موجودگی میں جو یتیم پوتے کی نسبت قریب تر اور اقرب پایا جاتا ہے اپنے دادا کے ترکہ سے محروم رہے گا۔ کیونکہ پہلا اصل جو رجال اور نساء کیلئے پیش کیا گیا ہے۔ وہ والدین کے لفظ سے پیش کیا گیا ہے نہ کہ ابوین کے لفظ سے اور عربی زبان کی رُو سے اب کے لفظ میں جو محاورہ زبان کے رُو سے وسعت پائی جاتی ہے جیسے ابوھریرہ اور ابولہب وغیرہ

الفاظ میں وہ لفظ والدین میں وسعت نہیں پائی جاتی اور اسی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت ابراہیم کی دعاء
واغفر لابی انہ کان من الضالین (شعراء)

قرآن کریم میں وصیت کے ماتحت اور خود "یوصیکم اللہ فی اولادکم" والے رکوع میں والدین اور ابوین دونوں طرح کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ بلکہ "آباءکم وابناءکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعاً۔ فریضۃً من اللہ ان اللہ کان علیماً حکیماً" کے الفاظ میں یہ بھی بتا دیا کہ علم میراث کے مسائل اور حصص مقررہ کا علم اور ان کی حکمت تمہاری دراست کی دسترس سے بہت بالا ہے۔ اس لئے کہ تمہاری دراست تمہارے اس احساس سے تعلق رکھنے والی ہو سکتی ہے کہ حصص تقسیم وراثت کی حکمت کو ایھم اقرب لکم نفعاً کی میزان سے ماپ تول میں لائیں لیکن اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کے وسیع حقائق جو وراء الوراء اور مخفی در مخفی اور اس کے علم کی وسعت کے رُو سے لامتناہی ہیں۔ ان مطالب و مقاصد کی وسعت کو انسان کا محدود علم اور محدود عقل جس کی میزان کا نمایاں رُخ انسان کے اپنے نفع کے حصول اور اپنے نقصان سے بچنے کے احساس سے ہی تعلق رکھنے والا ہے کیا سمجھ سکتا ہے اور کیا ان کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ پس حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیش کیا اور حصص کی تقسیم کو اپنے علم و حکمت کے رُو سے محل وقوع کی مناسبت سے معین فرما دیا۔

یہ کہنا کہ والدین اور اولاد کی یہ ذمہ داریاں اور ان کے یہ حقوق ایک دوسرے پر آخر تک قائم رہتے ہیں اور انہی حقوق کے باعث وہ ایک دوسرے کے وارث بنتے ہیں۔ اور چونکہ اس توارث کی یہی بنیاد بعینہٖ آباء الآباء اور اولاد الاولاد یعنی دادوں اور پوتوں میں بھی ہے۔

"یتیم پوتے کے دادے کی وراثت اور ترکہ سے حصّہ دار بنانے کا مغالطہ"

اس کے جواب میں یتیم پوتے کی محرومی کی دلیل مذکورہ ہی کافی ہو سکتی ہے۔ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کے زمانہ سے آج تک کے فقہاء اور علماء نے متفقہ طور پر تسلیم کیا ہے کہ کوئی ایک بھی ایسا فقیہہ اور محدث اختلاف نہیں رکھتا جو یتیم پوتے کے متعلق دادے کے ترکہ کی وراثت کا حامی ہو۔ اس دلیل پیش کردہ سے جو نہائت قوی دلیل اور ناقابلِ تردید بھی ہے۔ اور دلیل کے متعلق غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مغالطہ کی صورت عمداً تجاہلاً یا غلطی اور سہو یا کمئ تدبّر سے وقوع میں آئی ہے جو معمولی غور سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اور سارا مغالطہ اب الاب ابٌ اور ابن الابن ابنٌ کی تجویز خود ساختہ کے الفاظ کی بناء پر وقوع میں لایا گیا ہے حالانکہ "اب الاب ابٌ یا ابن الابن ابنٌ" کے الفاظ کے جس رخ کو مطلب براری کے لئے یتیم پوتے کے لئے دادے کے ترکہ کی وراثت کے متعلق پیش کیا جاتا ہے۔ وہ محرومی از وراثت کے مقابل صاف طور پر اس پیش کردہ رخ سے مناسبت نہیں رکھتا بلکہ اس کا رخ اس بات سے تعلق رکھتا

ہے کہ دادے کے ترکہ کیلئے بیٹوں میں سے کوئی زندہ نہ ہو بلکہ پوتا ہو یا ایک پوتے کی جگہ کئی پوتے ہوں تو اس صورت میں ابن الابن ابنؐ کے الفاظ بالکل درست ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح پوتا فوت ہو جائے اور وہ صاحب ترکہ بھی ہو۔ اور اس کا باپ بھی فوت شدہ ہو اور دادا موجود ہو تو اس صورت میں اب الاب ابؐ، والے الفاظ بھی درست تسلیم ہو سکتے ہیں۔ اور مغالطہ یہ ہے کہ دادے کے ترکہ سے اس یتیم پوتے کو جو زندہ بیٹے کے مقابل اس یتیم پوتے سے مسئلہ وراثت میں قریب تر ہے۔ اس کے مقابل یتیم پوتا جو دادے سے بیٹے کی نسبت دور ہے بوجہ دوری کے قریب تر سے جو بیٹا ہے محروم ہونا چاہیئے۔ ہاں اگر یتیم پوتے کا چچا جو زندہ موجود ہو وہ بھی نہ ہو تو اس صورت میں دادے کی اولاد سے اس کی موجودگی میں صرف پوتے یا پوتوں کا پایا جانا بیشک ابن الابن ابنؐ والی بات سے دادے کی وراثت پانے کیلئے وہ پوتے ہی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یتیم پوتے کے ساتھ چچا کی موجودگی دادے کے قرب اور بعد کی نسبت کے لحاظ سے یتیم پوتے کے بُعد اور دوری محرومی کا سبب بن جاتی ہے۔

اس جگہ ایک اور بات بھی قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ ہے الاقرب فالاقرب کے قاعدہ کی رو سے از روئے حدیث الحقوا الفرائض باھلھا وما بقی فھولاً ولٰی رجلٍ ذکرٍ اور اس کے متعلق مثال میں بھی اس کا نمونہ پیش کر دیا گیا۔ مثلاً لکھا ہے کہ

"ایک شخص ماں بیٹی بھائی اور بھتیجا چھوڑ کر مر گیا۔ اس سلسلہ میں ماں اور بیٹی ایسے رشتہ دار ہیں جن کے حصے مقرر ہیں۔ بھائی اور بھتیجا اقربین رشتہ دار ہونے کی وجہ سے وارث قرار پاتے ہیں لیکن بھائی چونکہ بھتیجے کی نسبت زیادہ قریبی ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا اقربیت کے قاعدہ کے مطابق ماں بیٹی کو ان کے حصے دینے کے بعد بقیہ جائیداد بھائی کو مل جائے گی اور بھتیجا محروم رہے گا۔ اور یہی مفہوم بلحاظ اقربیت حضرت زیدؓ بن ثابت کے قول" لا یرث ولد الابن مع الابن" کا معلوم ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ یتیم پوتا جس کا چچا زندہ موجود ہے اس چچا کی موجودگی میں یتیم بھتیجا اپنے دادے کے ترکہ سے محروم رہتا ہے۔

یہ سوال کہ پوتا اگر جدی جائیداد سے اس وجہ سے محروم ہے کہ بدقسمتی سے اس کے دادے کی زندگی میں ہی اس کا باپ فوت ہو گیا تو پھر اس دوہرے صدمہ کے تدارک کی کونسی صورت تجویز کی گئی ہے اس سوال کو اس طرح حل کیا گیا ہے کہ دادے کو چاہیئے کہ اپنی زندگی میں ہی اپنے یتیم پوتے کے حق میں وصیت کر دے۔ اور بعض نے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیراً نِ الوصیۃ یعنی تم میں سے جب کوئی مرنے لگے اور اس کے پاس مال ہو تو اس پر اس مال کے متعلق

وصیت کرنا فرض ہے۔ ارشاد ربانی سے استدلال کرتے ہوئے ایسی وصیت کو فرض ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ سب کوششیں اصل مشکل کا صحیح حل نہیں۔ فرض کرو دادا وصیت نہیں کرتا تو پھر جدی جائیداد سے یتیم پوتے کی محرومی اور اس کے نہ مٹنے والے غم کے تدارک کی کونسی صورت ہوگی۔ یا کس طرح اس کے دادے کو ایسی وصیت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔"

"اب ہم اجماع امت کے سوال کو لیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک نہایت مشکل سوال ہے۔ امت مسلمہ کا اتنے لمبے عرصہ تک اس مسئلہ پر مسلسل اتفاق ایسی چیز نہیں جسے آسانی سے نظر انداز کیا جا سکے۔ سب علماء نے امت کے ایسے اجماع کو نہایت قوی دلیل مانا ہے۔ جبکہ مسئلہ جس پر اتفاق کیا گیا ہے۔ نظری نہ ہو۔ بلکہ عملاً کئی دفعہ اس سے سابقہ پڑتا رہا ہو۔ لیکن موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو اس امر کا فیصلہ کرنا ہوگا کہ اجماع امت کی حجیت دائمی ہے یا اس کی تجدید ممکن ہے۔ جہاں تک صحابہؓ اور تابعین کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اجماع کو خلیفۂ وقت کے زمانہ خلافت تک اور ہر دور کے مسلمانوں کے اجماعی فیصلوں کو ان کے دور تک واجب التعمیل تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور اس سے عملی اختلاف کو جائز نہیں سمجھا جاتا تھا۔"

صورت شفقت کے متعلق ان محروم از وراثت اہل قرابت کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ جو مفلس اور نادار باپ کے یتیم بچوں کی تہی دستی یا مالدار دادے کے ترکہ کے وارث بیٹوں کے مفلس اور نادار ہو جانے کی حالت میں مرنے سے دادے کے ترکہ سے یتیم پوتوں کی حسرت ناک محرومی جس کے باپ تو ترکہ کی وراثت سے آسائش اور عیش کے ساتھ کچھ دن گذار کر آخر مفلسی اور ناداری کی حالت میں فوت ہو کر یتیم بچوں کو اپنے دادے کے ترکہ اور اموال سے بکلی محروم کر کے مرے یا نواسہ یتیم جس کا باپ اور دادا بھی مر چکا ہے اور ماں بھی مر چکی ہے اور نانا مالدار صاحب جائیداد ہے اس کے یتیم نواسے کے ماموں بھی ہیں اور خالائیں بھی۔ کیا اس یتیم نواسے کو نانا کی جائیداد سے کچھ بھی نہ ملنا۔ اور یتیم نواسے کا ماموں اور خالاؤں کی موجودگی میں جو ترکہ پانے والے ہیں محروم کیا جانا۔ علماء کرام کے نزدیک ایسے قابل شفقت یتیم نواسے کا نانے کی جائیداد سے محروم کیا جانا کہ اگر اس یتیم نواسے کی ماں زندہ ہوتی تو وہ اپنے باپ اور یتیم نواسے کے نانے کی جائیداد سے اپنے بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ ضرور حصہ وراثت حاصل کرتی جس سے یہ یتیم نواسہ بھی فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن ایسی بد قسمتی کہ نواسہ ایک طرف اپنے والد اور دادا کے مرنے سے بحالت یتیمی اپنے مالدار نانے کی جائیداد سے محروم اس لئے کر دیا گیا کہ اس کی ماں فوت ہو گئی تو اس یتیم نواسہ کے اس دوہرے صدمہ کے تدارک کی کیا صورت تجویز ہو سکتی ہے۔

اسی طرح یتیم بھتیجا کا اپنے مالدار چچا کے مرنے پر چچا کی جائیداد سے محروم کیا جانا۔ ورنہ اگر اس کا باپ زندہ ہوتا تو اصحاب الفرائض سے ہوتے ہیں حسبِ فرمان فان کان لہٗ اخوۃ فلاُمّہِ السّدسُ اس یتیم بھتیجے کے باپ کو بھی اپنے مرنے والے بھائی کے ورثہ سے حصہ ملتا اور یتیم بھتیجا بھی اپنے باپ کے حصہ سے فائدہ اٹھانے والا ہوتا۔ اب یتیم بھتیجے کو محرومی بدقسمتی سے اس لئے ہوئی کہ اس کا باپ چچوں کی موجودگی میں فوت ہوگیا۔ اس قابلِ رحم صدمہ کے تدارک کی تجویز بھی کیا ہوسکتی ہے۔ اگر کوئی تدارک نہیں تو فطرت بلحاظ جذبۂ شفقت یتیم بھتیجے کی یتیمی کے صدمہ اور اس کی محرومی جو چچا کی جائیداد سے فقط باپ کے مرنے سے ہوئی دلوں کو ضرور محسوس ہوتی اور کھٹکتی ہے۔ اسی طرح اور بھی محرومی کے اسباب ہیں اور محروم از وراثت ہونے والے ذوی القربیٰ کے متعلق بھی احساس پیدا ہوتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے حصص تقسیم وراثت کے متعلق اپنی صفت علیم وحکیم سے بتادیا ہے کہ وراثت کے متعلق حصص بیان کردہ علم اور حکمت کے خلاف نہیں لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ انسانوں کی وراثت کامل طور پر اس کا ادراک کر سکے۔

یوصیکم اللّٰہ والے رکوع میں جس قدر اصحاب الفرائض کے حصص تقسیم وراثت کے متعلق بیان فرمایا گیا ہے اس میں غور کرنے سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ذوی الفروض میں سے خواہ وہ والدین کے ترکہ کے وارث قرار دیئے گئے ہوں خواہ اقربین کے ترکہ کے وارث۔ اول نمبر پر صرف انہی رشتہ داروں کو وارث ٹھہرایا گیا ہے جو صاحب ترکہ میّت کے ساتھ قرب بلا فصل کا رشتہ رکھنے والا ہو۔ جیسے ماں باپ کے ترکہ کے ورثہ کیلئے اولاد یعنی بیٹے اور بیٹیاں اور بیٹے اور بیٹیوں کے ترکہ کے لئے اگر میّت کی اولاد نہ ہو ماں اور باپ کا وارث ہونا۔ اور اگر نیچے سے اولاد نہ ہو اور نہ ہی ماں باپ اور میّت کی صورت کلالہ ہو۔ یعنی بھائی بہن ہوں۔ اور ان خونی رشتوں کے علاوہ عہد و پیمان کا رشتہ بھی جو اگرچہ محرمات سے نہ پایا جاتا ہو لیکن خونی اور محرمات کے اہلِ قرابت کی بنیاد بننے کا رشتہ وہ ضرور ہوتا ہے اور وہ زوج اور زوجہ کے عہد و پیمان یعنی عقد و نکاح کی صورت کا رشتہ ہے یعنی زن وشوئی کا رشتہ۔ ان رشتہ داروں کے حصص تقسیم وراثت کے لئے قرب بلا فصل کو اول نمبر پہ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور جوں جوں قرب بلا فصل والے رشتے معدوم ہوتے جائیں۔ جیسے باپ کی عدم موجودگی دادے کو بھی وارث بنادیتی ہے۔ اور اولاد کی عدم موجودگی یعنی سب اولاد کے فوت شدہ ہونے پر پوتے بھی وارث قرار دیئے جاتے ہیں۔ سو دادا بیٹے کے بیٹے کے لئے جو پوتا کہلاتا ہے تیسرے نمبر پر ہے اور پوتا سے دادا جو پوتے کے باپ کا باپ ہے وہ بھی تیسرے نمبر پر ہے۔

علاوہ اس کے سورہ نساء کی ذیل کی آیت لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ

جو پ۵ میں پائی جاتی ہے ۔ اور اس کے پہلے یہ الفاظ ہیں ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض
اور آیت للرجال نصیب کے بعد فرمایا ولکلٍّ جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون
آیات مرقومہ کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ لا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض
اور بعض کو بعض پر فضیلت دینے کے متعلق تمنا اور خواہش کرنے سے منع کرنا ایک وسیع علم کی وسعت
اور حکمت سے تعلق رکھتا ہے جس کی حکمت سورہ زخرف کی آیت ۳۳ میں بھی کسی قدر بطور اجمالی ذکر فرمائی
گئی ہے ۔ فرمایا اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ ...... مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝
یعنی ورلی زندگی جس کا حیات دنیویہ سے تعلق ہے اس میں بعض کو بعض پر رفعت کا دیا جانا الٰہی مشیت
اور حکمت سے تعلق رکھتا ہے تا کہ بعض کے ذریعے بعض تعاونی خدمات کا فائدہ اٹھا سکیں اور نظام عالم کے
انتظام کی صورت بھی اسی بات پر موقوف ہے ۔ کہ رفعت درجات کا فرق محض نظام ہستی کے قائم رکھنے
سے تعلق رکھتا ہے ۔ اور اسی نظام کی مثال میں مردوں اور عورتوں کا باہمی فرق ہے چنانچہ فرمایا الرجال
قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعضٍ وبما انفقوا من اموالھم (النساء)
یعنی مردوں کو انسانی زندگی کے انتظام کے لحاظ سے عورتوں کے دائرہ عمل و استعداد کے مقابل بہت
زیادہ قوامیت اور قابلیت عطا کی گئی ہے اور مردوں کو یہ فضیلت عورتوں پر حسب فرمان لِلرِّجال
نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیبٌ مما اکتسبن ان کے اکتسابی عمل کے دائرہ سے بھی ظاہر ہو رہی ہے
پھر اس طرح بھی کہ مرد گھر سے باہر روزی اور کسب معیشت سے سامان زندگی کما کر لاتا ہے اور اپنے
اموال سے عورتوں ہی پر خرچ کرتے ہیں ۔ اور عورتیں گھر میں صالحات قانتات حافظات کے طور پر اپنے
دائرہ عمل کو مردوں کے مقابل نظام زندگی کا انتظام مناسب صورت میں قائم رکھتی ہے ۔ اور آیت لِلرِّجَال
نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ
مما قلَّ منہ او کثر نصیبًا مفروضًا (النساء آیت ۸) میں بھی نصیب مفروض یعنی حصص مقررہ کی تقسیم وراثت
کا مسئلہ جو یوصیکم اللہ والے رکوع میں بیان فرمایا گیا ان حصص کا فرق تقسیم وراثت کے متعلق کہ بعض کا حصہ
بعض سے کمی بیشی کی صورت رکھتا ہے ارشاد لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعًا فریضۃً من اللہ ان اللہ کان
علیمًا حکیمًا کے رُو سے وہ کمی بیشی کا فرق علم الٰہی کی وسعت اور پُر حکمت حقائق کے مخفی اسرار سے تعلق رکھتا ہے ۔ جو عقول
بشریہ کے ادراک سے وراء الوراء اور حیطۂ وراثت سے بالاتر اور مخفی مشیت ایزدی کے ماتحت عمل میں لایا گیا ہے ۔

(جاری آئندہ شمارہ میں)

مبارک وہ جو اب ایمان لایا

صِدق و وفا کے پیکر

(۱)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کا اپنے آقا سے محبت و اخلاص کا تعلق

محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر بیان فرماتے ہیں

"میں جب روایتیں لکھتا تو آپ (حضرت منشی ظفر احمد صاحب) کمزور اور بوڑھے ہو چکے تھے۔ لیٹے لیٹے روایتیں بیان کرتے اور آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی بعض دفعہ حضرت صاحب کی کامیابیوں اور مخالفین کی شکست کا ذکر کرتے کرتے خوش ہو کر اٹھ بیٹھتے اور خوشی سے چہرہ تمتما اٹھتا اور ہنستے اور خوب خوش ہوتے۔ بعض اوقات حضور کی شفقتوں اور نوازشوں کا ذکر کر کے چشم پُر آب ہو جاتے آواز رُک جاتی اور سلسلہ روایت دوسرے دن پر ملتوی ہو جاتا۔ یہ عجیب پُر کیف نظارے تھے۔ دل پر ان کا نقش ہے لیکن زبان اس کے بیان کرنے سے قاصر ہے ؎

اے محبت عجب آثار نمایاں کر دی　　　زخم و مرہم بہرِ یار تو یکساں کر دی

محترم شیخ صاحب بیان کرتے ہیں۔

"کرم دین نے جو استغاثہ (حضرت صاحب) کے خلاف دائر کیا تھا والد صاحب اس میں گواہ صفائی پیش ہوئے۔ کرم دین نے بڑی طویل جرح کرنی چاہی لیکن چند جوابوں سے وہ جرح پلٹ کر رہ گئی (بعد اس کے) عدالت نے از خود والد صاحب سے یہ سوال کیا۔ کہ آیا آپ مرزا صاحب پر اپنا جان و مال قربان کر سکتے ہیں۔ والد صاحب نے فوراً بھانپ لیا کہ سوال کا مقصد شہادت کو جانبدارانہ ثابت کرنا ہے۔ آپ نے ...... جواب دیا کہ میں نے تو اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے (حضرت صاحب) کی بیعت کی ہے۔ (آپ فرماتے تھے) میرا یہ جواب سن کر اس نے دانتوں میں قلم لے لیا۔ بات وہی ہے لیکن طرز بدلنے سے اعتراض کا پہلو جاتا رہا۔"

(روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب صفحہ ۱۶-۱۹-۲۰)

محترم شیخ صاحب حضرت اقدس سے اس تعلقِ محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
"مولوی عبداللہ صاحب سنوری اوّلین (رفقاء) میں سے تھے اور والد صاحب کے یک رنگ دوست تھے۔ بعض اوقات ملاقات کے لئے کپورتھلہ آجاتے اور پھر دونوں بیٹھ کر ذکرِ حبیب میں محو ہو جاتے۔ کبھی زار و قطار روتے اور کبھی بعض باتوں کو یاد کر کے ہنستے اور خوش ہوتے۔ یہ عجیب پُر کیف نظارہ ہوتا۔

ع ذوق ایں بادہ نیابی بخدا تا نہ چشی (ایضاً صفحہ ۱۵-۱۶)

۲

اپنے آقا کے ہم رنگ مہمان نوازی کا نمونہ

محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر بیان فرماتے ہیں۔
"حضرت اقدس کا نمونہ خدام کے لئے ایک اسوہ تھا۔ عید کے موقعہ پہ دیہات سے عید پڑھنے کے لئے بیس تیس احمدی دوست کپورتھلہ آتے آپ ان سب کے لئے کھانے کا انتظام پہلے سے کر چھوڑتے تا عید کے معاً بعد ان کو اپنے گاؤں واپس نہ جانا پڑے اور عید پہ آنا ان کے لئے صعوبت کا موجب نہ بن جائے۔ حاجی فضل محمد صاحب (درویش قادیان) آپ سے بہت محبت رکھتے تھے پانچ چھ میل کے فاصلہ سے اپنے گاؤں سے جمعہ پڑھنے آتے تو والد صاحب انہیں ایک دو دن اپنے پاس ضرور ٹھہر لیتے اور ہمیشہ یہ معمول رہا...... احباب دور و نزدیک سے ملاقات کے لئے یا سلسلہ کے کاموں کے لئے قادیان سے آتے تھے۔ بالعموم یہ سب دوست والد صاحب کے مہمان ہوتے تھے۔ اور مہمان کی آمد پہ بہت خوش ہوتا فوراً گھر سے باہر آکر ملاقات کرنا۔ اچھا کھانا تیار کرنے کے لئے گھر میں ہدایت کر دینا یہ آپ کا معمول تھا لیکن ہمیشہ یہ دستور دیکھا گیا کہ آپ مہمان کو ساتھ لے کر (البیت) میں آبیٹھتے اور اس کی خیریت دریافت کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود...... کے حالات بیان کرنے لگتے۔ یہ حالات بیان کرنے میں آپ کو ایک ذوق اور سرور حاصل ہوتا۔ اور گھنٹوں یہ ذکر جاری رہتا۔ بہت سے احباب نے اس طریق سلسلہ کے تاریخی حالات سنے اور میرا یہ علم ہے کہ سننے والوں پہ ایک مستقل اخلاص کا رنگ آجاتا تھا۔ کپورتھلہ کالج میں بیرون جات سے اور دیگر اضلاع سے طلباء آکر تعلیم پاتے اور بہت دفعہ والد صاحب کی صحبت میں بیٹھتے اور آپ کا یہ معمول تھا کہ نوجوانوں کو سلسلہ کے حالات اور روایات سے باخبر کرتے۔ یہ حالات سنانے میں آپ انتھک تھے بلکہ اس سے کیف و سرور آپ کو حاصل ہوتا۔" (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب صفحہ ۱۷-۱۸)

(۳)

حضرت منشی فیاض علی صاحب کا کامل یقین اور توکّل علی اللہ

حضرت منشی فیاض علی صاحب قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے (حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب کے قصبہ سے ہی آکر کپور تھلہ میں ملازم ہوئے۔ ان کی طبیعت کا رنگ جُدا گانہ تھا۔ آپ کا نام ۳۱۳ میں ہے۔ جب "البیت" کپور تھلہ پر مخالفین نے قبضہ کر لیا اور احمدیوں کو عدالت میں دعویٰ دائر کرنا پڑا تو شہر کے عمائد اور روساء مدعا علیہ تھے۔ احمدی چند احباب تھے۔ جماعت کپور تھلہ (البیت) چھن جانے سے بے کس اور مظلوم تھی ...... حالات غیر موافق تھے۔ مخالفین کو یقین کامل تھا کہ عدالت ان کے حق میں فیصلہ کرے گی۔.....
احمدیوں کے راستے تنگ بند تھے۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب جگہ کاٹ کر گھر جاتے۔ حافظ امام دین صاحب (امام الصلوٰۃ) کو پیٹا گیا۔ گھسیٹا گیا۔ ان کی پگڑی میں آگ پھینکی گئی۔ اور ان کو گالی دینا ایک محبوب اور موجبِ ثواب مشغلہ تھا۔ سات سال تک یہ مقدمہ جاری رہا...... حضرت منشی فیاض علی صاحب نے لدھیانہ کے مقام پر ایک محفل میں بڑے عجز و الحاح کے ساتھ آبدیدہ ہو کر حضرت مسیح موعود...... سے عرض کیا کہ ہم سے "البیت" چھن گئی ہے۔ حضور دعا فرمائیں کہ ہمیں مل جائے۔ حضرت صاحب نے اس وقت بڑے جلال کے رنگ میں فرمایا کہ

"اگر میں سچا ہوں اور میرا سلسلہ سچّا ہے تو "البیت" تمہیں ضرور ملے گی۔"

صداقت کے بیان کرنے میں منشی فیاض علی صاحب بڑے بے دھڑک آدمی تھے۔ انہوں نے لُدھیانہ سے واپس آکر مخالفین سے اعلانیہ اس بات کا اظہار کیا کہ حضرت صاحب نے یہ الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ اب انتظار کرو..... منشی صاحب نے حضرت صاحب کے منہ سے مندرجہ بالا الفاظ سُنے تھے اور ان کے واہمہ میں یہ بات نہ آسکتی تھی کہ یہ بات اب غیر یقینی ہو سکتی ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ محلہ کے ایک ڈاکٹر صاحب کے ساتھ منشی صاحب کی شرط بندھ گئی کہ اگر "البیت" احمدیوں کو مل جائے تو وہ ڈاکٹر حضرت صاحب کی بیعت کر لے گا ورنہ منشی صاحب اپنی بیعت سے دستکش ہونگے..... اس سے ظاہر ہے کہ دونوں فریق کو اپنی اپنی کامیابی کے متعلق کسی قسم کا کوئی شک نہ تھا۔

بالآخر...... فیصلہ احمدیوں کے حق میں ہُوا۔ اور نہایت مخالفانہ حالات کے باوجود ہُوا۔ آخری عدالت کے حاکم نے ہمارے خلاف فیصلہ کرنا چاہا وہ بحث سُن چکا تھا اور مخالفانہ خیال ظاہر کر چکا تھا۔ بحث کے بعد مقدمہ فیصلہ پر رکھا گیا کہ ایک دن وہ کچہری آنے کی تیاری میں تھا کہ اچانک اس کی موت واقع ہو گئی۔ منشی

عبدالسمیع صاحب خلف منشی عبدالرحمٰن صاحب ایک روز پیشتر یہ رؤیا دیکھ چکے تھے کہ کسی شخص نے بازار میں منشی عبدالسمیع صاحب سے یہ ذکر کیا ہے کہ اس حاکم کی اچانک موت واقع ہوگئی ہے۔ دوسرے دن من و عن یہ واقعہ ظہور میں آیا اور بازار میں جاتے ہوئے ایک شخص نے منشی عبدالسمیع صاحب سے ذکر کیا کہ وہ حاکم فوت ہوگیا ہے ...... حضرت صاحب کی بات پوری ہوئی ؎

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مقدمہ کی بحث سننے کے بعد حاکم کا فوت ہو جانا مثل متعلقہ سے ثابت ہے۔

(روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب صفحہ ۱۶-۱۷)

(۴)

ایک خاتون کا شوقِ زیارت اور بیعت

محترم مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر (جو انچارج صیغہ زود نویسی تھے) بیان کرتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بے انتہا فضل سے جن خوش قسمت وجودوں کو حضرت مسیح موعود ...... کی زندگی میں آپ پر ایمان لانے آپ کا کلام سننے آپ کے دیدار سے مشرف ہونے اور آپ کی صحبت پاک سے مستفیض ہونے کا موقعہ عطا فرمایا ...... ان میں میری والدہ مکرمہ بھی ہیں جن کا اسم گرامی "صاحب بیوی" ہے۔

زیارت کیلئے دعا

والدہ مکرمہ بیان فرماتی ہیں کہ بچپن میں تمہارے نانا مجھے اور کتابوں کے علاوہ احوال الآخرۃ بھی پڑھایا کرتے تھے جو مولوی محمد صاحب لکھو کے والوں کی تصنیف ہے۔ اس میں جب یہ ذکر آیا کہ آخری زمانہ میں امام مہدی لوگوں کی ہدایت کے لئے آئیں گے تو میرے دل سے بے اختیار یہ دعا نکلی کہ خدایا تو مجھے امام مہدی کی زیارت کرا۔ اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوں۔ آپ فرماتی ہیں ان دنوں اس دعا میں مجھے اس قدر انہماک ہوگیا کہ چرخہ کاتتے جھاڑو دیتے برتن دھوتے اور گھر کا اور کاروبار کرتے یہی دعا وردِ زبان رہتی"۔

ایک احمدی خاندان میں شادی

آپ بیان فرماتے ہیں:

"آخر اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو سنا اور آپ کی شادی ۱۹۰۲ء میں ایک ایسے خاندان میں ہوگئی جو احمدیت سے مخلصانہ تعلق رکھتا تھا۔ والدہ مکرمہ کا وطن مالوف موضع گرڑھی کالا ڈاکخانہ مڈھ رانجھا ضلع شاہ پور (اب سرگودھا) ہے اور آپ کی شادی موضع گھوگھیاٹ ...... میں ہوئی۔ آپ

کے خسر میاں قطب الدین صاحب ..... حضرت مسیح موعود ..... کے رفیق تھے۔ اور ہمارے والد ماجد مولوی فخر الدین صاحب پنشنر (حال سیکرٹری امانت فنڈ تحریک جدید) بھی اس شادی سے کئی سال پہلے حضرت مسیح موعود ..... کی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔

قادیان میں آمد اور بیعت

مکرم مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر بیان فرماتے ہیں:

"والدہ مکرمہ کے بیان کے مطابق ان کی شادی پندرہ برس کی عمر میں ہوئی اور وہ قادیان میں پہلی مرتبہ اپنی شادی کے قریباً تین سال بعد آئیں ..... اکتوبر یا نومبر ۱۹۰۵ء کے ایام تھے ..... میرے بڑے بھائی محمد اسحاق صاحب بی ایس سی اس وقت سات آٹھ ماہ کے ..... آپ کی گود میں تھے۔ آپ میاں نجم الدین صاحب مہتمم لنگر خانہ کی بیوی کے ہمراہ حضرت مسیح موعود ..... کی بیعت کی غرض سے حضور کے گھر گئیں۔ عشاء کا وقت تھا۔ حضرت مسیح موعود ..... کے صاحبزادگان ..... کھیل رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود ..... پاس ہی ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے ..... میں نے عرض کیا کہ میں حضرت مسیح موعود ..... کی بیعت کرنا چاہتی ہوں ..... حضور اسی وقت اٹھ بیٹھے اور ازراہ کرم ..... میری بیعت قبول فرمائی۔"

(الحکم جلد ۴۲ نمبر ۱۵ تا ۱۸ ۲۸ مئی تا ۷ جون ۱۹۳۹ء)

۵

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب کی فدائیت اور اخلاص

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب (قادیانی) ایک معزز ہندو خاندان مہتہ گوراند تا مل متوطن کنجروڑ تحصیل شکرگڑھ کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا پیدائشی نام ہریش چندر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوعمری میں دین حق کو قبول کرنے کی توفیق دی۔ آپ کی سعید فطرت۔ صبر و استقامت اور اخلاص و للّٰہیت کے چند واقعات مندرجہ ذیل ہیں۔ قبولِ احمدیت سے پہلے کا ایک واقعہ آپ یوں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ **کسوف خسوف اور مہدی کو پا لینے کی دعائیں کرنا۔** "۱۸۹۴ء کے رمضان المبارک میں مہدی آخر الزمان کے ظہور کی مشہور علامت کسوف خسوف پوری ہو گئی۔ وہ نظارہ آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور وہ الفاظ میرے کانوں میں گونجتے سنائی دیتے ہیں۔ جو ہمارے ہیڈ ماسٹر مولوی جمال الدین صاحب نے اس علامت کے پورا ہونے پر مدرسہ کے کمرہ کے اندر ہماری جماعت کے سامنے کہے تھے۔ کہ "مہدی آخر الزمان کی اب تلاش کرنا چاہیئے۔ وہ ضرور کسی غار میں پیدا ہو چکے ہیں۔ کیونکہ ان کے ظہور کی بڑی علامت آج پوری ہو چکی"

میں بھی جماعت میں موجود تھا۔ وہ کمرہ وہ مقام اور لڑکوں کا وہ حلقہ اب تک میری نظروں کے سامنے ہے۔ وہ کرسی جس پر بیٹھے ہوئے مولانا نے یہ الفاظ کہے۔ وہ میز جس پر ہاتھ مار مار کر لڑکوں کو یہ خبر سنائی خدا کے حضور ضرور اس بات کی شہادت دیں گے کہ مولوی صاحب موصوف پر اتمامِ حجّت ہو چکی۔ باوجود اس شان کا اعلان کرنے کے خود قبولِ مہدی آخرالزمان سے محروم ہی چلے گئے۔

"مہدی آخرالزمان" میرے کان ابھی تک اس نام سے نا آشنا تھے۔ ان کا "کسی غار میں پیدا ہونا" "ان کے ظہور کی بڑی علامت" یہ الفاظ میرے واسطے اور بھی اچنبھا تھے۔ میں مڈل میں تعلیم پاتا تھا۔ طبیعت میں ٹوہ کی خواہش پیدا ہوئی ...... اس واقعہ نے میرے ایمان میں ترقی و تازگی اور روحانیت میں اضافہ کر دیا۔ اور میں بھی مہدی آخرالزمان کو پانے کے لئے بے تاب ہونے لگا۔ جس کے حصول کے لئے مجھے دعاؤں کی عادت ہو گئی۔ میں راتوں کو بھی جاگتا اور دن میں بھی بے قرار رہتا اور مہدی آخرالزمان کی تلاش کا خیال بعض اوقات ایسا غلبہ پاتا کہ باوجود کم سنی کے میں دیوانہ وار ان بھیانک کھنڈرات میں نکل جایا کرتا اور پکار پکار کر اور بعض اوقات رو رو کر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اس مقدس وجود کو پانے کے لئے التجائیں کیا کرتا تھا۔"

(اصحاب احمد جلد نہم صفحہ ۳۸-۳۹)

۲۔ قادیان میں ورود اور حضرت اقدس کی بیعت:

حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

"بازار کے لوگ جب میں ان سے مرزا صاحب کے مکان کا پتہ دریافت کرتا تعجب کرتے اور مجھے پکڑ کر بٹھا لیتے ...... مجھے کوئی دس جگہ روکا گیا ہوگا۔ جہاں سے میں کسی نہ کسی طرح دامن چھڑا کر آگے ہی آگے چلتا گیا۔ سارے ہندو بازار میں چرچا ہو گیا..... میں جان گیا کہ یہ لوگ روکنا چاہتے ہیں..... آخر خدا خدا کر کے چوک میں پہنچا جہاں میاں علی بخش اور نبی بخش کی عطاری کی دکان تھی۔ ان سے دریافت کیا تو انہوں نے راستہ بتایا ورنہ ہندو کسی ایک نے بھی مرزا صاحب کے مکان کا راستہ نہ بتایا تھا۔ میں "البیت" المبارک کی کوچہ بندی کے نیچے پہنچا جہاں اوپر جانے والی سیڑھیوں کی ڈاٹ کے نیچے ایک چارپائی پر دو شخص بیٹھے تھے۔ ایک قرآن شریف پڑھ رہے تھے اور دوسرے پڑھا رہے تھے ..... مجھے میر حامد شاہ صاحب نے جو خط دیا تھا وہ حضرت مولانا عبد الکریم کے نام تھا مگر مجھے ان کا حلیہ وغیرہ کوئی نہ بتایا گیا۔ میں نے وہ خط نکال کر ان کے حوالے کر دیا...... قرآن مجید پڑھانے والے بزرگ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب (سیالکوٹی) تھے ..... خط پڑھ کر فرمایا میرا ہی نام عبد الکریم ہے..... حضرت مولوی عبد الکریم صاحب خود..... تشریف لے گئے ..... "البیت المبارک" کے درمیانی کمرہ کے دروازہ پر پہنچا تو درمیانی حصہ میں آٹھ یا دس آدمیوں کا مجمع تھا۔ اور انہی میں سیدنا حضرت مسیح موعود...

تشریف فرما تھے۔ مگر مَیں نے (آپ) کو نہ پہچانا۔ کیونکہ مجلس میں کوئی امتیاز نہ تھا بلکہ سب کے سب برابر فرش
.....پر ایک حلقہ کی صورت میں جمع تھے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اشارہ سے مجھے آگے بلایا اور سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود...
کی طرف اشارہ کر کے مجھے سلام کرنے کو کہا تب مَیں نے جا نا پہچانا اور ادب سے سلام کیا۔ جس کا سیّدنا حضرت
اقدس..... نے جواب دے کر سر اٹھایا اور نیم وا چشم مبارک سے مجھ پر نظر ڈالی.....اور حضرت مولانا
نورالدین صاحب سے فرمایا

"مولوی صاحب! یہ لڑکا تو ابھی بچہ معلوم ہوتا ہے اور نابالغ نظر آتا ہے۔ ایسا نہ ہو ہندو کوئی فتنہ
کھڑا کر دیں۔ یہ لوگ ہمیشہ موقعہ کی تاک میں رہتے ہیں"

اس پر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے ایک طرف مجھے اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مَیں بھی کچھ عرض
کروں۔ اور دوسری طرف (آپ) کی خدمت میں عرض کیا کہ لڑکا ہوشیار ہے اور سوچ سمجھ کر یہاں آیا ہے۔
اور حضرت مولانا نورالدین صاحب نے بھی مولوی صاحب کی تائید میں کوئی ایسی ہی بات عرض کی۔ ادھر مَیں کھڑا ہو
گیا اور عرض کیا کہ حضور! مَیں تو مدت ہوئی..... نماز پڑھتا ہوں۔ "انوار الاسلام" اور "نشان آسمانی"
مَیں نے اچھی طرح سمجھ کر پڑھی ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے میرے آقائے نامدار کو انشراح بخشا اور (آپ)
نے مجھے قبول فرما کر اپنی زبان مبارک سے کلمہ پڑھایا..... غالباً اکتوبر ۱۸۹۵ء کا زمانہ تھا جب دارالامان
قادیان پہنچا"

(اصحاب احمد جلد نہم ص۵۸ تا ۶۰)

از صفحہ آخری

محمد حسین گل صاحب (اوکاڑہ)۔ مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب۔ مکرم عبدالحکیم صاحب۔ مکرم حبیب اللہ
خان صاحب۔ مکرم عبدالسمیع خان صاحب۔ مکرم عبدالرشید منگلا صاحب۔ مکرم مبارک احمد عابد صاحب (دارالرحمت
شرقی) مکرم فضل الٰہی صاحب (سرگودھا) مکرم صلاح الدین صاحب (گول بازار) مکرم محمد عبداللہ صاحب (چک لالہ
سکیم) مکرم ڈاکٹر محمد اسلم صاحب (علی پور چٹھہ) مکرم نصیر احمد صاحب راجپوت۔ عزیز آباد۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام شرکاء امتحان کو علم و فضل میں ترقی کرنے اور اپنی رضا کی راہوں پر ہمیشہ آگے
بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شیخ منور شمیم
قائد تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان

میرے دل و دماغ پہ چھائے ہوئے ہیں آپ
آنکھوں میں نور بن کے سمائے ہوئے ہیں آپ

قلب و نگہ کی وسعتیں آباد کیوں نہ ہوں
آئینۂ خیال میں آئے ہوئے ہیں آپ

دل کیوں نہ ہو گرویدۂ تجدیدِ مے کشی
اس ساقیٔ ازل سے جب لائے ہوئے ہیں آپ

مجھ کو خبر نہیں ہے ستاروں کی، چاند کی
جب سے کہ میرے سامنے آئے ہوئے ہیں آپ

تکتی ہے آنکھ جس طرف جلوہ ہے آپ کا
شاید نظر کی تہ میں سمائے ہوئے ہیں آپ

تیرے حضور جرأتِ اظہار نہ رہی
جو زخم ہم نے کھائے تھے کھائے ہوئے ہیں آپ

جائے گا اُڑ کے اب کہاں یہ مرغِ دل مرا
زلفوں کا دام ہر سو بچھائے ہوئے ہیں آپ

مجھ کو غرض نہ طور سے نہ جامِ جم سے ہے
آئینہ میرے دل کا سجائے ہوئے ہیں آپ

اسلامؔ جائے گا کہاں در چھوڑ کر ترا
نظروں سے کھینچ کر جسے لائے ہوئے ہیں آپ

عبد السلام اسلام

نشانِ آسمانی کا ظہور

انتظار اور تلاش

محترم عبدالقدیر صاحب قمر ۔ مربی سلسلہ احمدیہ

چاند سورج گرہن کے آسمانی نشان صرف امام مہدی کی صداقت کا نشان ہی نہیں بلکہ سید وُلدِ آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے بھی ایسے بیّن اور روشن نشان ہیں جن کا انکار کوئی کور باطن ہی کر سکتا ہے ۔ کیونکہ آخری زمانہ میں اس نشان کے ظہور کا صرف حضرت رسول مقبولؐ نے ہی ذکر نہیں فرمایا بلکہ پہلی کتب نے بھی اس کا اعلانِ عام کیا ہے ۔ چنانچہ یسعیاہ میں ہے

"دیکھو خداوند کا وہ دن آتا ہے جو غضب میں اور قہر شدید میں سخت درشت ہے ۔ تا کہ ملک کو ویران کرے ۔ اور گنہگاروں کو اس پر سے نیست و نابود کر دے ۔ کیونکہ آسمان کے ستارے اور کواکب بے نور ہو جائیں گے ۔ اور سورج طلوع ہوتے ہوتے تاریک ہو جائے گا ۔ اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا " (باب ۱۳ ۹ تا ۱۱)

اور متی کی انجیل میں یوں ذکر ہے ۔

"اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے ۔ اور آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی ۔" (متی ۲۴/۲۹)

ہندوؤں کی کتب میں بھی ذکر ہے ۔

چندر یشچ ۔ سوریسچ تتھا اتش برہسپتی ایک راشو سمپشتی تدا بھوتی تت کرتم بھاگوتے پران شلوک ۱۱۲ ۔ ادھیائے ۲ ۔ (بحوالہ موعود اقوام عالم)

یعنی جب چاند اور سورج یک نشتر میں جمع ہو جائیں گے ۔ تب ست یگ شروع ہو جائے گا ۔ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہ واضح طور پر فرما دیا ۔ کہ ہمارے مہدی کا یہ عظیم الشان نشان ہوگا ۔ اور اس نشان پر کوئی قدرت نہ پا سکے گا ۔ سچّے امام مہدی

کے لئے یہ نشان ضرور ظاہر ہوگا۔ فرمایا

"اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَۃٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ وَلَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ"۔

(سنن دار قطنی جلد اوّل صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی)

یعنی "ہمارے مہدی کے لئے دو نشان مقرر ہیں اور جب سے کہ آسمان اور زمین پیدا ہوئے ہیں یہ نشان کسی اور مامور کے حق میں ظاہر نہیں ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی موعود کے زمانہ میں چاند کو (اس کی مقررہ راتوں میں سے) اوّل رات کو گرہن لگے گا اور سورج کو (اس کے مقررہ دنوں میں سے) درمیان میں گرہن لگے گا۔ اور یہ ایسے نشان ہیں کہ جب سے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے کبھی کسی مامور کے لئے ظاہر نہیں ہوئے۔"

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی صداقت کی یہ ایسی عظیم الشان دلیل تھی جس پر شیعہ سُنّی دونوں فرقوں کا اتفاق ہے۔ چنانچہ جن شیعہ، سُنّی کتب میں یہ حدیث موجود ہے۔ ان کے چند ایک نام یہ ہیں۔

۱۔ فتاوٰی حدیثیہ حافظ ابن حجر مکی مصنفہ علامہ شیخ احمد شہاب الدین حجر الہیثمی مطبوعہ مصر صـ ۳۱)
۲۔ احوال الآخرت۔ حافظ محمد لکھو کے والے صـ ۲۳ مطبوعہ ۱۳۰۴ھ
۳۔ حجج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن خانصاحب۔
۴۔ اقتراب الساعۃ مصنفہ نواب صدیق حسن خانصاحب مطبوعہ ۱۳۰۱ھ۔
۵۔ بحار الانوار جلد ۱۳
۶۔ دار قطنی
۷۔ اکمال الدین

جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مہدویت کا دعویٰ فرمایا تو ہر طرف سے اس نشان کے دکھائے جانے کا مطالبہ ہونے لگا۔ جہاں عام مجالس میں لوگوں نے اس نشان کا مطالبہ کیا وہاں بعض احباب نے اس بارے میں آپ کو خطوط بھی لکھے۔ ان خطوط کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

وقرءت فی مکتوب انھم ینتظرون الخسوف والکسوف بالانتظار الشدید ویرقبونھما رقبۃ ھلال العید ومابقی فیھا بیت الّا واھلہ

ینامون ویستیقظون فی ھذہ الاذکار ۔ نور الحق (روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۹۷)

اور میں نے ایک خط میں پڑھا ہے کہ وہ خسوف اور کسوف کے سخت انتظار کر رہے ہیں اور اس کی ایسی انتظار کر رہے ہیں جیسا کہ ہلالِ عید کی انتظار ہوتی ہے اور مکّہ میں کوئی ایسا گھر باقی نہیں رہا جس گھر کے باشندے سوتے جاگتے یہی ذکر نہ کرتے ہوں ۔

چنانچہ جب یہ ذکر اور مطالبہ انتہاء کو پہنچ گیا تو وہ خدا جو سچّوں کا دوست اور صادقوں سے وفادار ہے امام الزمان کی سچائی کو اظہر من الشمس کرنے کے لئے ۱۸۹۴ء (۱۳۱۱ھ) میں رمضان کی ۱۳ کو چاند اور ۲۸ کو سورج گرہن ظاہر فرما دیا ۔ اور دنیا پر ظاہر کر دیا

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

خدا تعالیٰ کے ماموروں سے ہمیشہ نشان نمائی کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیاروں کی صداقت کے لئے آیاتِ بینات دکھاتا ہے ۔ اور نیک فطرت جس کے دل میں خوفِ خدا اور تقویٰ ہو وہ ان نشانات سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ یہ آسمانی نشان سعید فطرت کے لئے قبولِ حق کا موجب بنا مگر یہ بھی سُنا گیا کہ بعض لوگ یہ نشان دیکھ کر بجائے ماننے کے کوٹھوں پر چڑھ کر کہنے لگے کہ اب تو لوگ گمراہ ہو جائیں گے ۔ مگر دوسری طرف نیک فطرت اور متقی بندوں کے دلوں میں ایک تڑپ تھی کہ موعود ظاہر ہو چکا ۔

امام مہدی کی تلاش

صداقتِ مہدی کے یہ نشان جونہی ظہور پذیر ہوئے تو سعید فطرت روحیں امام زماں کی تلاش میں سرگرداں ہوئیں ۔ وہ تلاش کرنے لگیں ۔ علماء سے پوچھا جانے لگا ۔ کہ یہ نشان کیسا تھا؟ کیوں ظاہر ہوا؟ کس کے لئے ظاہر ہوا؟ وہ مہدی کہاں ہے جس کی صداقت کا یہ نشان ہے؟ چنانچہ اس تلاشِ حق کی چند ایمان افروز روایات مندرجہ ذیل ہیں ۔

(۱)

ایک دفعہ دو شخص (جو باپ بیٹا تھے) مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کے پاس آئے اور کسوف و خسوف کے متعلق دریافت کیا ۔ مولوی صاحب مذکور نے کہا کہ اس بارہ میں حدیث صحیح ہے ۔ باپ نے بیٹے سے کہا ۔

چلیں ۔ ہم نے جو کچھ پوچھنا تھا پوچھ لیا ۔ مولوی صاحب مذکور نے کہا ۔ کہ تم مرزا کے پھندے میں نہ پھنس جانا ۔ وہ کہتا ہے کہ کسوف وخسوف میری صداقت کا نشان ہیں ۔ اس نشان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ۔ اور یہ علامت مہدی کے پیدا ہونے کی ہے ۔ نہ کہ دعوٰی کے متعلق ۔ باپ نے کہا ۔ مولوی صاحب ! جو بات میں نے آپ سے پوچھنی تھی اس کا جواب آپ نے دے دیا ہے ۔ باقی رہا یہ کہ وہ کس پر چسپاں ہوتی ہے ۔ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ میری ساری عمر مقدمہ جات میں گذری ہے ۔ مگر مجھے سرکار نے کبھی گواہ لانے کے لئے نہیں کہا ۔ جب تک کہ میں پہلے دعوٰی نہ کرتا ۔ یہی حال مرزا صاحب کا ہے ۔ کہ ان کا دعوٰی تو پہلے سے ہی ہے ۔ اور اب یہ خسوف وکسوف ان کے دعوٰی کی دلیل کے طور پر ہیں ۔ اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے ۔

(رجسٹر روایات غیر مطبوعہ نمبر ۸ صفحہ ۴ ، اصحاب احمد جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۱۳)

۲

ایک اور دلچسپ روایت ملاحظہ فرمائیے ۔ جو محترم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی بیان فرماتے ہیں ۔ کہ کس طرح جب انہوں نے اس گہن کا معرض وجود میں آنے اور کسی مدعی مہدویت کی طرف اشارہ کرنے کا سُنا تو وہ بھی مہدی علیہ السلام کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ۔ آپ فرماتے ہیں ۔

۱۸۹۴ء کے رمضان المبارک میں مہدی آخر الزماں کے ظہور کی مشہور علامت کسوف وخسوف پوری ہو گئی ۔ وہ نظارہ آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے ۔ اور وہ الفاظ میرے کانوں میں گونجتے سنائی دیتے ہیں ۔ جو ہمارے ہیڈ ماسٹر صاحب مولوی جمال الدین صاحب نے اس علامت کے پورا ہونے پر مدرسہ کے کمرہ کے اندر ساری جماعت کے سامنے کہے تھے کہ ۔

"مہدی آخر الزمان کی اب تلاش کرنا چاہیئے ۔ وہ ضرور کسی غار میں پیدا ہو چکے ہیں ۔ کیونکہ ان کے ظہور کی بڑی علامت آج پوری ہو چکی ہے ۔"

آپ فرماتے ہیں ۔ میں بھی جماعت میں موجود تھا ۔ وہ کمرہ وہ مقام اور لڑکوں کا وہ حلقہ اب تک میری نظر کے سامنے ہے ۔ وہ کُرسی جس پر بیٹھے ہوئے مولانا نے یہ الفاظ کہے وہ میز جس پر ہاتھ مار مار کر لڑکوں کو یہ خبر سُنائی خدا کے حضور اس بات کی شہادت دے گی ۔ ۔ ۔ ۔ "مہدی آخر الزماں" میرے کان ابھی تک اس نام سے ناآشنا تھے ۔ ان کا کسی "غار میں پیدا ہونا" ان کے ظہور کی بڑی علامت یہ الفاظ میرے واسطے اور بھی اچنبا تھے ۔ میں مڈل میں تعلیم پاتا تھا ۔

طبیعت میں ٹوہ کی خواہش پیدا ہوئی۔ استاد سے بوجہ حجاب اور ادب نہ پوچھ سکا۔ آخر ہم جماعتوں سے اس معمہ کا حل چاہا۔ جنہوں نے اپنے مروجہ عقیدہ و خیال کے مطابق مجھے سارا قصہ کہہ سنایا۔ میرے دل میں جو تاثرات ان قصوں کو سن کر پیدا ہوئے اور جنہوں نے میری روحانیت میں اور اضافہ کیا وہ یہ تھے۔

۱۔ تیرہ سو سال قبل ایک واقعہ کی اطلاع دینا جو دوست۔ دشمن میں مشہور ہو چکی ہو اور پھر عین وعدہ کے مطابق پورا ہو جانا۔

۲۔ وہ واقعہ انسانی کوششوں کا نتیجہ نہیں بلکہ آسمان پر ہوا۔ جہاں انسان کی پہنچ نہیں۔ اور نہ ہی انسان کا کسی قسم کا اس میں دخل ہے۔

۳۔ مہدیٔ آخر الزماں کی شخصیت۔ اس کا کفر کو مٹانا (دین حق) کو بڑھانا اور اسکے لشکر تیار کر کے کافروں کو تلوار کے گھاٹ اتارنا اور مسلمانوں کی فتوحات کے خیالات۔

۴۔ دعا اور اس کی حقیقت۔ خدا کا بندوں کی دعاؤں کو سننا اور قبول کرنا۔ کیونکہ اولیاء امت حضرت مہدی آخر الزماں کے لئے دعائیں کرتے رہے ہیں۔ آخر وہ قبول ہوئیں۔

۵۔ یہ باتیں اسلام کی صداقت کی واضح اور بین دلیل ہیں۔ اور اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو خدا کو پیارا اور خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

یہ پنجگانہ امور اپنی مجمل سی کیفیت کے ساتھ میرے دل پر اثر انداز ہوئے اور ...... مَیں بھی مہدیٔ آخر الزماں کو پانے کے لئے بیتاب ہونے لگا۔"

(اصحاب احمد جلد نہم بار اوّل صہ ۱۹)

(۳)

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کی نظریں بھی اسی لئے امام مہدی کی متلاشی ہوئیں۔ آپ ہندوستان کے شہر مندرا میں ایک عربی مدرسہ میں عربی پڑھانے پر مقرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۰ سال تھی۔ جب ۱۸۹۴ء کے رمضان میں کسوف و خسوف ہوا تو لوگوں نے آپ سے استفسار کیا کہ کیا جو ان تاریخوں میں سورج، چاندگرہن ہوا ہے یہ حضرت امام مہدی کے ظہور کی علامت ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب سچے ہیں۔ آپ نے اس وقت تو لوگوں کو یہ جواب دے دیا کہ یہ علامت حضرت امام مہدی

کے پیدا ہونے کی ہے۔ اور حضرت امام مہدی پیدا ہو چکا ہے۔
لیکن اس سوال کا اثر آپ کے دل پر یہ ہوا کہ آپ کی توجہ حضرت امام مہدی مسیح موعود ...... کی طرف ہو گئی۔ جس کے نتیجہ میں آپ دن بدن جماعت کے قریب ہوتے گئے اور آخر کار ۱۹۰۳ء میں بیعت کر لی۔
(رجسٹر روایات جلد ۸ صـ۲-۳ - حیات بقاپوری جلد ۱ صـ۳ تا ۶)

۴

تاریخ احمدیت کشمیر میں لکھا ہے کہ جب چاند اور سورج گرہن ہوا تو قاضی محمد اکبر صاحب جو اپنے علاقہ کے امام تھے اور دینی تعلیم اور تدریس میں مشغول تھے۔ فرمانے لگے کہ امام مہدی کے ظہور کا نشان ظاہر ہو گیا ہے۔ ہمیں ان کی تلاش کرنی چاہیئے۔ چنانچہ آپ نے تحقیق کے لئے مندرجہ ذیل تین افراد پر مشتمل وفد قادیان بھجوایا۔ ۱۔ مولوی عبدالواحد صاحب۔ ۲۔ میاں غلام قادر صاحب۔ ۳۔ میاں دیوان علی صاحب۔
راستے میں ان کی ملاقات بٹالہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ہوئی۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود ...... کے خلاف باتیں کیں اور اس وفد کو واپس بھجوانے کی کوشش کی مگر یہ وفد قادیان پہنچا اور اس کے تینوں ممبروں نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور ان کے واپس آنے پر حضرت قاضی صاحب نے بھی بیعت کر لی۔
(تاریخ احمدیت کشمیر صـ۵۸-۵۹)

۵

میاں عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں۔
۱۳۱۱ھ میں جب سورج گرہن واقع ہوا۔ اس وقت خاکسار چودہ پندرہ سال کی عمر میں تھا۔ اور سکول میں تعلیم پا رہا تھا۔ سورج گرہن کے نفل ادا کرنے کے واسطے جب مسجد میں آیا۔ (کیونکہ بچپن میں خاکسار کو نماز پڑھنے کا بڑا شوق تھا) تو ایک شخص دین محمد نامی نے بعد پڑھانے نفل کے ...... وعظ فرمایا۔ کہ اب امام مہدی بہت جلد ظاہر ہو جائیں گے۔ ماہ رمضان میں سورج گرہن، چاند گرہن ہو گیا ہے۔ جو کہ ان کے ظہور کی علامت ہے۔ یہ بات خاکسار کے دماغ میں اس طرح بیٹھ گئی کہ آج بھی وہ نظارہ بدستور میری نظروں کے سامنے آ رہا ہے۔ ۱۹۰۲ء میں موضع بہلولپور تعیناتی کے دوران نمبردار چوہدری عبداللہ خان صاحب کے ذریعہ پہلی دفعہ کان میں یہ آواز پڑی کہ امام مہدی

ظاہر ہو چکا ہے۔ آخر تحقیق کے بعد ۱۹۰۶ئ میں بذریعہ خط اور ۱۹۰۷ئ میں دستی بیعت کی۔
(رجسٹر روایات ۱۳/ ص ۱۵)

(۶)

بعض دوستوں کو خدا تعالیٰ نے اس نشان کی طرف متوجہ کرتے ہوئے خود بتایا کہ اس نشان کے مورد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی ہیں۔ چنانچہ میاں عبد اللہ صاحب احمدی فرماتے ہیں۔

جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے) مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ نیز ان کی جگہ بھی میں ہی آیا ہوں۔ میں نے یہ سن کر بہت فکر کیا۔ کہ بڑے بڑے علماء ان کے مرید بھی ہیں اور مخالف بھی ہیں۔ جیسے کہ مولوی نور الدین صاحب شاہی حکیم جموں نے آپ کی بیعت کر لی اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ میں ان علماء کا معتقد تھا۔ اس لئے بہت ہی فکر دامنگیر ہوا۔ اور رات دن میں اسی فکر میں رہتا کہ خداوندا مجھے خود تو کوئی علم نہیں۔ اور علماء کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔ کس طرح فیصلہ ہو۔ اسی خیال میں میں ایک دن راجپوتانہ میں چلتا چلتا ٹھہر گیا۔ تو ایک غیب سے زور کی آواز آئی۔ کہ دعا کرو۔ یہ آواز سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اور تھوڑی دیر تک میں بھاگتا ہی چلا گیا۔ اور ...... سر سجدہ میں رکھ دیا۔ اور دعا مانگنی شروع کر دی۔ اور ان الفاظ میں دعائیں شروع کیں۔ کہ الٰہی مجھے تو کوئی علم نہیں۔ تو سب کچھ جانتا ہے۔ اور یہ تیرا ہی مہدی ہے تو مجھے اپنے فضل سے سمجھ عطا فرما کہ تا میں ان کی بیعت کر لوں۔ اگر سچا نہیں تو مجھے بچا۔ غرض جب مجھے چار ماہ دعائیں مانگتے مانگتے گذر گئے اور میں نے بڑے دردِ دل اور جوش اور عاجزی سے دعائیں کیں تو ایک دن کا ذکر ہے کہ میں حافظ محمد لکھوکے کی تصنیف احوال الآخرت میں علامت مہدی پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے یہ شعر پڑھا کہ

تیرھویں چن ستیویں سورج گرہن ہوسی اوس سالے

تو مجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح بتایا۔ جس طرح کوئی استاد شاگرد کو بتاتا ہے۔ فرمایا

مرزا غلام احمد ہی مہدی ہے اور مجھے حضرت مرزا غلام احمد کا نام کہ یہی سچا مہدی اس وقت ہے مفصل طور پر بتایا گیا کہ کوئی شک شبہ نہ رہا۔

(رجسٹر روایات جلد ۲/ ص ۱۳۹)

---

(۷)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب (آف مجوکہ) جن کا تعلق اہلحدیث سے تھا۔ فرماتے ہیں۔ کہ
۱۸۹۴ء میں جب سورج اور چاند گرہن ہوا اس وقت لاہور میں ایک استاد سے حدیث پڑھا
کرتا تھا۔ علماء کی پریشانی اور گھبراہٹ نے میرے دل میں اثر کیا۔ مولوی لوگ ڈر رہے تھے کہ اس کے
نشان کی وجہ سے لوگوں کی توجہ بڑی تیزی سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف ہوگی ......
مگر میرا دل حضرت اقدس کی سچائی کے بارہ میں مطمئن ہو چکا تھا۔ اور تھوڑے عرصہ بعد قادیان جا کر حضور
کی بیعت کر لی۔ (اصحاب احمد جلد ۱۰ ص ۱۷۱)

چاند اور سورج گرہن کا نشان کوئی معمولی نشان نہ تھا۔ یہ صادق القول کے مبارک منہ سے نکلی ہوئی بات
تھی۔ زمین و آسمان ٹل سکتا تھا۔ مگر یہ قول ٹلنے والا نہ تھا۔ یہ لازماً پورا ہونا تھا۔ جو پورا ہوا۔ مبارک
ہو ان کو جو چودہ سو سال سے متلاشی تھے کہ ان کی تلاش ختم ہوئی۔ مبارک ہو حق کے منتظر
اور صداقت کے متلاشیوں کو جنہوں نے آسمانی نشان کا مشاہدہ کیا اور حق کو قبول کیا۔

حضرت مسیح موعود...... فرماتے ہیں:

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ علماء سلف اس نشان کے منتظر تھے اور اس حجت
کی انتظار کر رہے تھے اور صدی بعد صدی اور پشت بعد پشت انتظار کر رہے
تھے۔ پس اگر اس کو کسی قرن میں پاتے تو ضرور اس کا ذکر کرتے اور فراموش نہ کرتے،
کیونکہ وہ اس خبر ماثور کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے انتظار میں دن اور مہینے گنتے
تھے اور عشاق کی طرح اس کی انتظار کرتے تھے۔ اور اس نشان کے دیکھنے کی آرزو
رکھتے تھے۔" (ترجمہ عربی عبارت) نور الحق (روحانی خزائن جلد ۸ ص ۲۵۳-۲۵۴)

"ماھنامہ انصار اللہ کے چندہ کی ادائیگی بروقت فرمائیں"
مینجر ماھنامہ انصار اللہ

تحریکِ جدید کی اہمیّت

بانئ تحریکِ جدید سیّدنا حضرت مصلح موعود.... کے الفاظ میں

محترم ملک منوّر احمد صاحب جاوید۔ قائد تحریک جدید

تحریکِ جدید خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے!

سیّدنا حضرت مصلح موعود...... نے فرمایا۔

"مَیں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے جماعت کے دوستوں میں ہمت پیدا کرے گا اور پھر جو کوتاہی رہ جائے گی اسے اپنے فضل سے پوری کرے گا۔ یہ اُسی کا کام ہے اور اُسی کی رضامندی کے لئے مَیں نے یہ اعلان کیا ہے۔ زبان گو میری ہے مگر بُلاوا اُسی کا ہے۔ پس مبارک ہے وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بُلاوا سمجھ کر ہمّت اور دلیری سے آگے بڑھتا ہے اور خدا تعالیٰ رحم کرے اس پر جس کا دل بُزدلی کی وجہ سے پیچھے ہٹتا ہے۔"

سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دو

پھر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے قُرب میں بڑھنے کا تحریک جدید کے ذریعہ جو موقع عطا فرمایا ہے اس کو ضائع مت کرو۔ آگے بڑھو اور خدا تعالیٰ کے بہادر سپاہیوں کی طرح جو جان و مال کی پرواہ نہیں کیا کرتے اپنا سب کچھ قربان کر دو۔ اور دنیا کو یہ نظارہ دکھا دو کہ بے شک دُنیا میں دنیاوی کامیابیوں اور عزّتوں کے لئے قربانی کرنے والے لوگ پائے جاتے ہیں مگر محض خدا کے لئے قربانی کرنے والی جماعت آج دنیا کے پردہ پر سوائے جماعت احمدیہ کے اور کوئی نہیں اور وہ اس قربانی میں ایسا امتیازی رنگ رکھتی ہے جس کی مثال دنیا کی اور کوئی قوم

پیش نہیں کر سکتی ۔“

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا ذریعہ

فرمایا :۔

”یاد رکھو تحریک جدید اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ایسا موقع سینکڑوں سال پہلے کسی کو ملا ہے نہ آئندہ ملے گا ۔“

بے دریغ قربانی کرنے کا موقع

فرمایا :۔

”ہماری جماعت کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس کام کے لئے ہم کھڑے کئے گئے ہیں وہ کام بے دریغ قربانی چاہتا ہے ۔ جب تک ہم بے دریغ قربانی کے لئے تیار نہیں ہوتے (دینِ حق) اپنے حق کو واپس نہیں لے سکتا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ عیسائیت کے پاس جا چکا ہے اس کو واپس لینا آسان نہیں ۔ پس ہم تھوڑے سے لوگ جو اس بڑے کام کے لئے کھڑے ہوئے ہیں جب تک اپنی تمام طاقتوں کو مجنونوں کی طرح نہ لگا دیں اور دیوانوں کی طرح ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار نہ ہوں اس وقت تک ہمارے ہاتھوں سے کامیابی ہونا مشکل ہے ۔“

تمہارا رب تمہیں قربانی کیلئے بلاتا ہے

فرمایا :۔

”تم جانتے ہو کہ تمہیں کس کی آواز بلا رہی ہے ؟ میری نہیں ۔ کسی اور انسان کی نہیں کسی اور بشر کی نہیں بلکہ عرش پر بیٹھے ہوئے خدا نے ایک آواز بلند کی ہے ۔ تمہیں پیدا کرنے والا تمہارا رب اپنے دین کے لئے قربانی کے لئے بلاتا ہے ۔“

ہر کام اپنے مرحلہ میں مکمل ہونا چاہیئے :۔ وعدوں کا اور وصولیوں کے بارہ میں ذکر

آپ نے فرمایا :۔

"مومن کو اپنے کاموں میں ہوشیار ہونا چاہیئے۔ اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں جلدی اور احتیاط سے کام کرنا چاہیئے۔ احتیاط اس لئے کہ اگر ہم اپنے اندازے میں غلطی کر جائیں اور کام کے بعض پہلو ترک کر دیں تو ہمیں نتیجہ کی امید نہیں ہو سکتی اور جلدی اس لئے کہ یہ زمانہ جلدی کرنے کا ہے۔ دُنیا دوڑ رہی ہے جب تک ہم دُنیا کے ساتھ ایسی رفتار کے ساتھ نہ دوڑیں کہ ہماری رفتار اس سے تیز ہو اس وقت تک ہمیں کسی اچھے نتیجہ کی امید نہیں ہو سکتی۔"

ہر سال گذشتہ سال سے بڑھا ہُوا ہو

وسعت اور پھیلاؤ کے پیشِ نظر مالی قربانی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے تمہارے اندر ایسی روح پیدا کر دی ہے کہ تم نے بہر حال بڑھنا ہے چاہے تمہارا ارادہ اور عزم ساتھ شامل ہو یا نہ ہو۔ پھر جس طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ پانچ چھ سال کے بچہ کا لباس آٹھ نو سال کی عمر کے بچہ کو پُورا آ سکے اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تمہارے پچھلے سال کا چندہ اگلے سال کے لئے کافی ہو۔ جب تک تم پہلے سے زیادہ قربانی نہیں کرو گے۔ جب تک تم اپنے چندے کو اپنے پہلے سالوں سے زیادہ نہیں بڑھاؤ گے۔ جب تک تم چندہ دینے والوں کی تعداد ہر سال بڑھاتے نہیں جاؤ گے تمہارا لباس تمہارے جسم پر بے جوڑ معلوم ہوگا ...... اگر تمہاری شہرت کے مقابلہ میں تمہارا کام اور تمہارا چندہ کم ہو تو سب دیکھنے والوں کو تمہارا یہ عیب نظر آئے گا۔ تمہارا کام آج ہر قوم کے سامنے ہے۔"

خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرو گے تو خدا تعالےٰ تمہیں اور دے گا

فرمایا:

"اگر تم اپنوں اور بیگانوں میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ تم حوصلہ اور ہمّت سے کام کرو۔ اگر تم خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہیں اور دے گا ...... اگر کوئی شخص مالی لحاظ سے یا ایمان کے لحاظ سے کمزور بھی ہو تو اسے چاہیئے کہ بناوٹ سے ہی ساتھ چلتا چلا جائے۔"

رُوحانی جوانی

فرمایا:-

"رُوحانی طور پر یہ زمانہ تمہارے لئے اس قدر مبارک ہے کہ اگر تم یہ دعائیں کرتے رہو کہ تم بوڑھے نہ ہو تو تمہارا جوانی کا زمانہ ہمیشہ قائم رہے گا...... رُوحانی جوانی کو تم سینکڑوں۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں سال تک بھی قائم رکھ سکتے ہو۔ اس کا نمونہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگلے جہان میں جو جنت ملے گی اس میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر کوئی قوم روحانی طور پر جوان رہنا چاہتی ہے تو اس پر بڑھاپا نہیں آتا۔ پس اگر تم جوان رہنا چاہتے ہو تو تمہیں ہر روز اپنی قربانی بڑھانی پڑے گی۔ اگر تمہیں ایسا کرتے ہوئے بشاشت محسوس نہیں ہوتی تو تم خدا تعالیٰ کی خاطر بناوٹ کے طور پر ہی اپنی قربانی کو بڑھاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اگلے سال تمہیں سچے دل سے خدا کی خاطر قربانی کرنے کی توفیق مل جائے گی۔"

عہد کو نباہنا ایک فرض ہے

فرمایا:-

"مؤمن کا قول اور عمل برابر ہونا چاہیئے۔ غیر مؤمن جو کہتا ہے ضروری نہیں کہ اسے پورا بھی کرے لیکن ...... مؤمن جو وعدہ کرتا ہے اسے سنجیدگی کے ساتھ سو فیصد پورا کرتا ہے۔"

....

"اگر کوئی شخص کسی قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ اپنے عہد کو نباہے خواہ کس قدر تکلیف ہی ہو۔ اور یقین رکھے کہ خدا تعالیٰ کے لئے موت قبول کر کے انسان موت کا شکار نہیں ہوتا بلکہ موت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔"

مبارک ہیں وہ جو..........

فرمایا:-

"پس مبارک ہیں وہ جو بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں کیونکہ ان کا نام ادب و احترام سے (دینِ حق) کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اور خدا تعالیٰ کے دربار میں یہ لوگ خاص عزت کا مقام پائیں گے۔"

تحریک جدید میں شمولیت کی اہمیت اور دعا

حضرت مصلح موعود .... نے بارگاہِ ربّ العزّت میں دعا کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اگر تمہیں ابھی تک تحریک جدید میں حصّہ لینے کی توفیق نہیں ملی تو اللہ تعالیٰ تمہیں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تمہارے دلوں کی گرہیں کھول دے۔ اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس میں حصّہ لینے کی توفیق تو دی ہے لیکن تم نے اپنی حیثیت کے مطابق اس میں حصّہ نہیں لیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں بشاشتِ ایمان عطا فرمائے تا تم اپنی حیثیت کے مطابق اس میں حصہ لے سکو۔ اور اگر تم نے حصّہ لیا تھا اور اپنی حیثیت کے مطابق لیا تھا لیکن اپنی کسی شامتِ اعمال کی وجہ سے، یا کسی مجبوری کی وجہ سے تم اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکے تو اللہ تعالیٰ تمہاری شامتِ اعمال اور مجبوریاں دُور کرے اور تمہیں اپنا وعدہ پورا کرنے کی توفیق بخشے۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سب احباب جماعت کو بشاشتِ ایمان، اپنا قرب، رُوحانی جوانی اور حضور کے منشاء کے مطابق تحریکِ جدید میں شمولیت کی توفیق بخشے۔ آمین

خالص اور چمکتی ہوئی توحید کا دائمی پودا

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"وہ کام جس کیلئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اسکی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اسکو دُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں ..... اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اسکا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جواب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۸۰ - لیکچر لاہور صفحہ ۳۴)

قرارداد تعزیت

محترم سید سخاوت شاہ صاحب (والد محترم سید بشارت احمد صاحب) کی وفات مجلس انصار اللہ عزیز آباد کے لئے عظیم صدمہ کا باعث ہے جس کا اظہار جملہ اراکین کی جانب سے مندرجہ ذیل قرارداد کی صورت میں پیش خدمت ہے۔

مجلس عاملہ وجملہ اراکین مجلس انصار اللہ عزیز آباد مکرم محترم سید سخاوت شاہ صاحب کی اچانک وفات پر دلی رنج و الم کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں داخل کرے۔ مرحوم سنگلاخ چٹانوں میں کھلنے والے پھول کی مانند وقفہ ضلع ہزارہ کے ایک نہایت مخالف گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ نوجوانی میں ایک رویاء کے باعث سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بزرگ کے ساتھ تشریف لائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ اس بزرگ کو دیا۔ جنہوں نے یہ پیالہ آپ کو عنایت کیا جسے آپ نے پی لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پیالہ میں آپ کو براہ راست بھی دے سکتا تھا لیکن اب تمام فیض ان کے ذریعے پہنچے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد کسی دوست کے ذریعہ جماعت احمدیہ کی کتاب دیکھنے کا موقعہ ملا تو حضرت مسیح موعود ...... کی تصویر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں اور فوراً احمدیت قبول کر لی اور پھر تمام عمر استقامت و استقلال کے ساتھ جماعت کی خدمت میں مصروف رہے۔

آپ کی وفات سے جماعت احمدیہ کراچی ایک بہترین، فعال، خادم دین داعی الی اللہ سے محروم ہو گئی۔ اور مجلس انصار اللہ عزیز آباد آپ جیسے انتہائی مخلص، دعاگو، نیک ملنسار شفیق بزرگ دوست کی کمی ہمیشہ محسوس کرتی رہے گی۔

ہم جملہ اراکین مجلس انصار اللہ عزیز آباد دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سید سخاوت شاہ صاحب کے اہل خانہ وجملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ان کی حسنات کو ان کے اہل خانہ میں جاری رکھے۔ اور ان کا حامی و ناصر ہو۔

(زعیم اعلیٰ انصار اللہ عزیز آباد۔ کراچی)

یوم تحریک جدید

مورخہ ۲۹۔ اپریل ۱۹۹۴ء بروز جمعۃ المبارک

حسب فیصلہ مجلس مشاورت ۱۹۹۱ء کہ

"وکالت دیوان چندہ کے علاوہ دیگر مطالبات تحریک جدید کیلئے سال میں کم از کم دو مرتبہ یوم تحریک جدید منانے کا اہتمام کرے"

۱۔ اس کی تعمیل میں امراء و صدر صاحبان سے درخواست ہے کہ مورخہ ۲۹۔ اپریل ۹۴ء بروز جمعۃ المبارک "یوم تحریک جدید" منایا جائے۔ جس میں احباب جماعت کو مالی قربانی کے علاوہ دیگر مطالبات تحریک جدید کی طرف خصوصی توجہ دلائی جائے۔

۲۔ اس موقع پر امراء۔ صدر صاحبان اپنی سہولت اور حالات کے مطابق پروگرام منعقد کر کے دیگر مطالبات کی اہمیت احباب جماعت پر واضح کریں۔

۳۔ خطبہ جمعہ میں تحریک جدید کے مطالبات اور ان کی حکمت بیان کی جائے۔

۴۔ اس دن خصوصیت کے ساتھ تحریک جدید کے ذریعہ جماعت پر نازل ہونے والے انعامات و افضالِ الٰہیہ کا احباب جماعت کے سامنے ذکر کیا جائے۔

۵۔ اس موقعہ پر حسب ذیل مطالبات پر خصوصی طور پر روشنی ڈالی جائے۔

۱۔ احباب جماعت سادہ زندگی بسر کریں۔ لباس اور کھانے میں سادگی اختیار کی جائے۔

۲۔ مطالبات وقف اولاد / وقف زندگی۔ ا۔ والدین اپنی اولاد کو خدمت دین کیلئے وقف کریں۔ ب۔ نوجوان اور پنشنر احباب دین کیلئے زندگی وقف کریں۔ ج۔ رخصتوں کے ایام خدمت دین کے لئے وقف کریں۔

۳۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ ۴۔ جو لوگ بیکار رہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا کام جو بھی مل سکے کر لیں۔ ۵۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔ ۶۔ راستوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔

۷۔ قومی دیانت کا قیام کریں۔ ۸۔ مقاصد تحریک جدید کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔

امراء و صدر صاحبان سے درخواست ہے کہ "یوم تحریک جدید" کی رپورٹ سے دفتر کو مطلع فرماویں۔

وکیل الدیوان۔ تحریک جدید۔ ربوہ

نتیجہ امتحان سہ ماہی چہارم ۱۹۹۳ء

مجالس انصار اللہ پاکستان

مجلس انصار اللہ پاکستان کے مرکزی امتحان سہ ماہی چہارم ۹۳ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ۲۲۸ مجالس کے کُل ۱۸۰۷ انصار نے شرکت کی توفیق پائی۔ جن میں سے مندرجہ ذیل انصار نے نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

۱۔ مکرم سلطان احمد صاحب پیر کوٹی	دار الرحمت غربی۔ ربوہ	اوّل
۲۔ مکرم عزیز احمد طاہر صاحب	ٹوبہ ٹیک سنگھ	دوم
۳۔ مکرم محمد یعقوب امجد صاحب	دار الصدر جنوبی۔ ربوہ	سوم

نوٹ:۔ ماہ مارچ کے شمارہ میں امتحان سہ ماہی چہارم کے نتیجہ کا اعلان شائع ہو چکا ہے۔ جس میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے احباب کے نام شائع ہو چکے ہیں۔

جن انصار نے اس امتحان میں خصوصی گریڈ کے ساتھ نمایاں کامیابی حاصل کی ان کے اسمائے گرامی بغرضِ دعا تحریر کئے جاتے ہیں۔

خصوصی گریڈ:۔ مکرم محمد احمد صاحب فاضل۔ مکرم بشیر احمد صاحب شاہد۔ (دار الصدر غربی) مکرم حکیم فضل الٰہی صاحب۔ مکرم عبد الجلیل صادق صاحب۔ مکرم سعید احمد صاحب۔ (دار الرحمت غربی)۔ مکرم عبد الرشید منگلا صاحب۔ مکرم مبارک احمد عابد صاحب (دار الرحمت شرقی)۔ مکرم ملک محمد اعظم صاحب۔ مکرم چوہدری محمود احمد باجوہ صاحب۔ مکرم مقبول احمد صاحب ذبیح۔ مکرم ولائت احمد طاہر صاحب۔ مکرم ایم نور محمد خالد صاحب۔ مکرم ماسٹر بشارت احمد صاحب (دار العلوم غربی۔ وسطی۔ شرقی) مکرم قریشی محمد عبد اللہ صاحب۔ مکرم شیخ عبد الماجد صاحب۔ مکرم عبد السمیع حسنی صاحب۔ (دار الرحمت وسطی)۔ مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب۔ مکرم حبیب اللہ صاحب۔ (دار البرکات)۔ مکرم محمد ابراہیم صاحب بھامڑی۔ مکرم بشیر احمد قمر صاحب۔ (دار النصر غربی) مکرم صوفی رمضان علی صاحب۔ مکرم نور الدین صاحب خوشنویس۔ مکرم ضیاء الرحمٰن صاحب۔ (ناصر آباد) مکرم ملک اللہ بخش صاحب۔ مکرم نصر اللہ خان ناصر صاحب۔ (دار الصدر شرقی) مکرم رانا محمد خان صاحب (محسن آباد لاہور)۔ مکرم حکیم محمد افضل فاروق صاحب۔ (اوچ شریف) مکرم محمد خان

صاحب۔ (بنڑگواں گجرات)۔ مکرم چوہدری محمد شفیع سلیم صاحب (کھاریاں)۔ مکرم عزیز حسین شاہ صاحب
(نصیرہ) مکرم جلیل احمد شاہد صاحب۔ مکرم محمد یوسف صاحب بقاپوری۔ مکرم عبدالمنان فیاض صاحب۔
(اسلام آباد شرقی)۔ مکرم عبدالسلام ارشد صاحب۔ مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب۔ مکرم ملک محمد اکرم
صاحب (راولپنڈی)۔ مکرم شریف احمد صاحب۔ مکرم جلال الدین شاد صاحب (سیالکوٹ) مکرم
شیخ محمود احمد ظفر صاحب (سمہ سٹہ) مکرم محمد شریف خالد صاحب (پتوکی) مکرم محمود مجیب اصغر
صاحب (مظفر گڑھ) مکرم محمد خان رانا صاحب۔ مکرم شیخ کریم الدین صاحب۔ (بہاولنگر)۔ مکرم مسعود احمد ظفر
صاحب۔ مکرم سید محمد میاں سلیم صاحب۔ (عزیز آباد کراچی)۔ مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب۔ (گلشن اقبال کراچی)
مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب (نارتھ کراچی) مکرم محمد انور ابڑو صاحب (انور آباد لاڑکانہ) مکرم مرزا نثار
احمد صاحب (سرگودھا) مکرم منظور احمد ایاز صاحب (دارالذکر۔ لاہور) مکرم شیخ لطیف احمد صاحب (مصری شاہ)
مکرم محمد سعید میاں صاحب۔ مکرم چوہدری مبارک احمد شاہ صاحب۔ مکرم سید ارشاد علی صاحب (بیت النور
لاہور)۔ مکرم عبدالشکور خان صاحب (دھرم پورہ)۔ مکرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ساہی۔ (اچھرہ لاہور)
مکرم اقبال احمد طاہر صاحب۔ مکرم میاں عبدالمنعم صاحب (مغلپورہ لاہور)۔ مکرم مختار احمد صاحب۔ مکرم لطیف احمد
سرور صاحب۔ (شیخوپورہ)۔ مکرم غلام احمد صاحب (ریل پلاٹ۔ اوکاڑہ)۔ مکرم ملک محمد افضل صاحب۔ مکرم محمد الدین
صاحب۔ مکرم ملک عبدالعزیز صاحب (دوالمیال) مکرم چوہدری عبدالمجید صاحب۔ (بھابھڑہ آزاد کشمیر) مکرم ضمیر
احمد چوہان صاحب (میرپور۔ آزاد کشمیر)۔ مکرم فقیر محمد صاحب (داتہ۔ مانسہرہ) مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب گھمن،
(چک ۵ گولارچی)۔ مکرم ایم غلام نبی صاحب (غوطہ فتح گڑھ)۔ مکرم مورانی نثار احمد صاحب راٹھور (نوکوٹ
سندھ)۔ مکرم شریف احمد اشرف صاحب (گوجرخان) مکرم بشیر احمد صاحب (تونسہ شریف)۔ مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب
(خانیوال) مکرم پیر محمد صاحب (نور نگر سندھ)۔ مکرم نذیر احمد صاحب گوندل (کوٹری) مکرم عبدالباری قیوم صاحب
(مارٹن روڈ)۔ مکرم رشید احمد صاحب (محمد آباد۔ عمرکوٹ)۔ مکرم غلام رسول صاحب (کرتارپورہ فیصل آباد) مکرم
غلام رسول اعوان صاحب۔ مکرم نصیر احمد حمید صاحب (ڈیرہ غازیخان) مکرم حکیم خلیل احمد صاحب (فورٹ
عباس) مکرم حبیب اللہ صاحب سیال (جوڑہ)۔ مکرم عبدالغنی چوہدری صاحب۔ مکرم مشتاق احمد ہاشمی
صاحب۔ محمد رفیق بھٹی صاحب۔ مکرم اشرف الدین صاحب۔ مکرم میاں غلام احمد صاحب (فیصل آباد) مکرم
منظور احمد باجوہ صاحب (چونڈہ) مکرم محمد شفیع صاحب ہنجرا (کھاریاں)۔ مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب۔
مکرم ضمیر احمد ریحان صابر صاحب (چک ۹ پنیار)۔ مکرم شعبان احمد نسیم صاحب (گوجرانوالہ) مکرم چوہدری
ناظر حسین صاحب (چک جھمرہ) مکرم محمد حنیف بھٹی صاحب (میرپور خاص)۔ شمس الدین سیال صاحب (بورے والا)

(باقی ص۴۳ پر)

دُنیا کے امن کی بُنیاد ذکرِ الٰہی کے قیام پر ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز فرماتے ہیں:

"اللہ سے سچی محبت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایسا انسان اللہ کے بندوں سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امریکہ یا چین دنیا میں امن قائم کریں گے یا مغرب والے امن قائم کریں گے۔ ان سب کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ امن کی حقیقت سمجھے بغیر نہ امن قائم کرنے کی صلاحیت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ دنیا کو امن دیا جاسکتا ہے۔ امن قائم کرنے کی راہ اسکے سوا اور کوئی نہیں کہ انسان خلوص دل سے اپنے خالق کے ساتھ امن میں آجائے۔ اور خالق کے ساتھ امن میں تبھی آیا جاسکتا ہے جب انسان خالق کی ادائیں اختیار کرے۔ اگر ایسا ہو جائے تو خالق اور مخلوق کے درمیان اس سفر کا کوئی آخری مقام نہیں۔ اس سفر میں خالق کی طرف سے احسان اور بے انتہا رحم و کرم اور احسان کا سلوک ملتا ہے۔ اگر خالق کی محبت اور پیار کی نظر سے مخلوق کو دیکھا جائے تو کوئی ذی شعور امن سے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔ امن کی حقیقت یہ ہے کہ سارے انسان، انسان کے پیارے بن جائیں۔ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کی بھلائی چاہتا ہے۔ ایسے بندے جو مخلوق کی بھلائی چاہتے ہوں، ایسے بندے پیدا کرنے کے لئے خدا میں کھویا جانا ضروری ہے اس کام کے لئے کثرت سے ذکر الٰہی کرنا ضروری ہے۔ اس انسان میں دن بدن انقلاب پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور انسان کے وجود میں پاک تبدیلی پیدا ہونے لگتی ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا۔ ذکر الٰہی اندرونی تبدیلی پیدا کئے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ کا ذکر زبان پر ہو اور ذہن میں سیاسی چالیں ہوں۔ یہ ذکر نہیں دھوکا ہے۔ ذکر وہی ہے جو انسان کے خون کے اندر ظاہر ہونے لگے۔ اگر انسان یہ ذکر کرے اور ذکر جاری رکھے تو تمام بنی نوع انسان کیلئے اس کے دل سے محبت کے چشمے پھوٹنے لگیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ کے بندوں کی بھلائی چاہنے میں تکالیف بھی آتی ہیں۔ اللہ جب مخلوق کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کے بندوں کو تکالیف دی جاتی ہیں۔ مخلوق سے تعلق قائم کرنا آسان نہیں۔ خالق سے تعلق قائم کرنا تو آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ چونکہ تو خدا کا نمائندہ بن چکا ہے۔ اس لئے تیری دشمنی خدا کی دشمنی ہے اس سے الگ ہے ہی نہیں۔ اسی راہ سے اللہ ملے گا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل ۱۹۹۴ء مطبوعہ الفضل ۱۰۔ اپریل ۱۹۹۴ء صفحہ ۱-۳)